امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

ماہنامہ شریعت

اردو

جلد 2 جمادی الاولیٰ 1434ھ بمطابق اپریل 2013ء شمارہ 1

افغانستان کے مستقبل کے بارے میں روس کے بے جا خدشات

اتحادیوں میں پھوٹ .....؟

ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ

مبصرین کی لغزش

ہندوستان، افغان شہری مسیحیت کی زد میں

امریکی فتنے اور حربے

اسلام اور تھیوکریسی

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اہل حاجت کے لئے امیر کا دروازہ کھلا رہنا چاہیے

عَنْ عَمْرِوبْنِ مُرَّةَ اَنَّهٗ قَالَ لِمعاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَامِنْ اِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهٗ دُوْنَ ذَوِیْ الْحَاجَةِ وَالْخَلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ اِلاَّ اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ۔[رواه الترمذی]

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ جو حکمران ضرورت مندوں اور کمزور بندوں کے لئے اپنا دروازہ بند کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت ،اس کی ضرورت اوراس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کرلے گا[یعنی اس کی ضرورت مندی کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوگی] جامع ترمذی۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ اورآپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین کا بھی یہ طریقہ تھا کہ اصحاب حاجت بلاروک ٹوک پہنچ کر مل سکتے تھے اوراپنے مسئلے پیش کر سکتے تھے ، ان کے لئے دروازہ بند نہیں رہتا تھا۔ لیکن جب خوارج کی طرف سے حملوں کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا توانہوں نے لوگوں کی آمدورفت پر پابندی لگادی۔ اسی موقع پر حدیث کے راوی حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا۔اسی روایت میں آگے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سننے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر ایک خاص آدمی کو مقرر فرمایا جو لوگوں کی حاجات اور ضروریات معلوم کرکے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد ترجمان

اردو ماہنامہ

شریعت

جلد 2 جمادی الاولیٰ 1434ھ بمطابق اپریل 2013ء شمارہ 1

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: سلیمان غوری

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- شمس ابدالی
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

1. افغانستان کے مستقبل کے بارے میں روس کے بے جا خدشات	2
2. ہلمند اور جلال آباد کے حملے	3
3. اتحادیوں میں پھوٹ.....؟	5
4. ملاداد اللہ شہید (رحمہ اللہ)	6
5. ترقی یافتہ معاشرے میں بوڑھوں کی قدر؟	10
6. افغانستان میں امریکی اہداف اور حربے	12
7. ہندوستان، افغان شہری مسیحیت کی زد میں	13
8. وسط ایشیائی ممالک کے بے بنیاد خدشات	14
9. غدارِ ملک وملت!	15
10. صوبہ فراہ کی صورتحال پر جہادی مسئول سے گفتگو	17
11. علم تو روشنی ہے !	20
12. مبصرین کی لغزش	23
13. شعیہ آبادی میں بڑی تبدیلی کے آثار	24
14. اسلام اور تھیوکریسی	25
15. افغانستان گزشتہ فروری میں	27
16. تھکے ہارے امریکی فوجی	34
17. افغانستان کا بجٹ.........ہوشربا بدعنوانیاں	35
18. جنگی جرائم {فروری}	36
19. امریکہ کی دم توڑتی معیشت.........!	38
20. مردہ ہاتھی سوا لاکھ کا	40
21. کچھ قلم قاتلوں اولٹیروں کی خدمت میں	43

ڈیزائننگ: سلمان بدر

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

ادار یہ

مدیر اعلیٰ

افغانستان کے مستقبل کے بارے میں روس کے بے جا خدشات

19، مارچ کو اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کا افغانستان کے بارے میں منعقدہ اجلاس میں روس نے افغانستان کے بابت انتہائی غیر ذمہ دارانہ خیالات کا اظہار کیا۔ روس جو سلامتی کونسل کا دائمی ممبر ہے اور آج کل تو سلامتی کونسل کی ذمہ داری بھی اسی کے پاس ہے۔ سلامتی کونسل کے اس اجلاس میں روس کے نمائندے "ویتالی چورکین" نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

" مستقبل کے حوالے سے افغانستان کے امن وامان کے بارے روس کو انتہائی تشویش کا سامنا ہے یعنی کہ اگر امریکہ افغانستان سے نکلتا ہے تو یہاں پر امن وامان کا مسئلہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے "

روسی نمائندے کا یہ اظہار خیال اگر ایک طرف غیر ذمہ داری اور افغانستان کے داخلی امور میں بے جا مداخلت کی غمازی کرتا ہے تو دوسری طرف خلاف حقیقت بھی ہے۔ افغانستان، امریکہ اور اس کے مغربی اتحادیوں کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے اور قوم کے بیٹے غاصبوں کے ان خونی پنجوں سے رہائی اور ملک وملت کو آزادی سے ہمکنار کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں، وطن کی آزادی ان کے ہاں اتنا بڑا اور اہم مقصد ہے کہ اس کے لئے یہ لوگ اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر دشمن سے برسرپیکار ہیں۔ وہ کسی بھی حال میں اس مقصد کو چھوڑنے پر تیار ہیں اور نہ ہی کسی قسم کی سودا بازی پر۔ وہ اس راہ میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ کو برداشت نہیں کرتے۔

افغانستان میں نیٹو افواج کی بقاء کا مطالبہ افغانستان پر مغربی قبضہ کو طول دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے کسی کو بھی افغانستان میں امریکی اور نیٹو افواج کے باقی رہنے کا مطالبہ نہیں کرنا چاہئے اور خاص کر روس سمیت دیگر علاقائی ممالک کو تو اس بارے میں کافی محتاط رویہ اپنانا چاہئے

یہ بات بڑی حیران کن ہے کہ وہی امریکہ اور نیٹو جو افغانستان آتے وقت روس اور دیگر علاقائی ممالک کی آنکھوں میں کانٹا بنا ہوا تھا اور جس کے وجود ہی سے یہ سب لرزہ براندام تھے۔ آج جب افغانوں کی مالی وجانی قربانیوں کی بدولت امریکہ کی کمر ٹوٹ گی ہے اور وہ اس خطے سے فرار کی راہ تلاش کر رہا ہے تو عین اسی وقت روس سرزمین افغانستان میں امریکی افواج کی بقاء کا مطالبہ کر رہا ہے۔ بالفرض خدانخواستہ امریکہ افغانستان میں کامیاب ہو جاتا اور یہاں اپنے خونی پنجے گاڑلیتا تو آج روس کی حالت کیا ہوتی؟ کیا اسے یہ نظر نہیں آرہا کہ امریکہ نے روس پر دباؤ بڑھانے کے لئے وسط ایشیاء کے مختلف ممالک میں کتنے فوجی اڈے بنائے؟ اور اس کے مقابلے میں روس کس قدر عاجز ولاچار بنا ہوا تھا؟۔

سب جانتے ہیں کہ یورپ کو شمالی کوریا، یا کسی اور ملک سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن روس کو دھمکانے اور اپنی چودھراہٹ دکھانے کے لئے پولینڈ اور چیک میں میزائل کا دفاعی سسٹم نصب کیا۔ جس کی روک تھام کے لئے روس تمام تر کوششوں کے باوجود کچھ نہ کرسکا۔

جہاں تک مستقبل میں افغانستان کی امن وسلامتی کے بارے میں تشویش اور اندیشے کی بات ہے تو یہ ایک بے جا اور لایعنی تشویش ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ افغانستان میں طالبان ہی نیٹو کے مدمقابل ہیں اور نیٹو کی شکست اور فرار کی صورت میں حکومت طالبان ہی کے ہاتھوں میں آئے گی اور طالبان کیسے لوگ ہیں یہ پوری دنیا نے طالبان کی سابقہ دور حکومت میں ملاحظہ کیا۔ ان کے دور حکومت میں موجود امن وسلامتی کی مثال آج بھی پوری دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ انہوں نے ہمیشہ کوشش کی کہ پڑوسی ممالک کے ساتھ اچھے تعلقات قائم ہوں۔ طالبان نے کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اور نہ ہی کسی ملک کے امن وامان کو سبوتاژ کیا۔ یہی ان کی پالیسی ہے اور ان شاء اللہ وہ مستقبل میں اسی پالیسی کو لاگو کریں گے۔

ہلمند اور جلال آباد کے حملے

حبیب مجاہد

26مارچ 2013 کو ایک بار پھر ملک کے طول و عرض سے مجاہدین کے ہلاکت خیز حملوں کے بارے میں رپورٹس ملی ہیں۔ہلمند ناد علی سے دی گئی خبر میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ شام ضلع نری مانده کے علاقے میں مجاہدین نے برطانوی فوجیوں کے باقی رہ جانے والے واحد کیمپ پر بہت بڑا اور کامیاب گروپ حملہ کردیا۔ جس کے نتیجے میں کیمپ میں موجود درجنوں برطانوی فوجی اور داخلی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ناد علی وہ علاقہ ہے جہاں چند سال قبل برطانوی فوجیوں نے شیر کا پنجہ اور شاہین کا پنجہ نامی آپریشن کیے تھے۔ برطانیہ ہمیشہ اپنی فوجی طاقت اور غرور کی نمائش کی کوششیں کرتا تھا اور کامیابیوں کی لاف زنیاں کرتا تھا۔ مگر الحمد للہ مجاہدین کی چند سالوں کی قربانیوں کی برکت سے افغانستان کے دیگر علاقوں کی طرح اس علاقے میں بھی مغرور دشمن کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں ۔اس کا فوجی غرور مٹی میں مل گیا۔ یہاں تک کہ گذشتہ ہفتے برطانوی وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ اب وہ ہلمند میں کسی فوجی آپریشن میں حصہ نہیں لیں گے۔ اور اس علاقے سے اپنے فوجیوں کے انخلاء کا سلسلہ مزید تیز کردیں گے۔ برطانیہ نے اس سے قبل بھی ہلمند سے اپنے بہت سے فوجی اڈوں کا خاتمہ کیا تھا۔ ناد علی کا فوجی اڈہ ان اہم اڈوں میں سے تاحال باقی تھا۔ مجاہدین نے دشمن سے انتقام لینے اور حساب برابر کرنے کے لیے گذشتہ رات کو نری مانده کے فوجی اڈے پر حملہ کیا ۔مجاہدین کے مطابق اس حملے کے وقت سب سے پہلے احمد نامی ایک مجاہد نے فوجی اڈے کے مین گیٹ پر بارود سے بھری گاڑی کا دھماکہ کیا جس میں کچھ کم تین ٹن بارودی مواد استعمال کیا گیا تھا۔اس حملہ میں گیٹ پر موجود تمام حفاظتی پروٹوکول مکمل طور پر تباہ ہوا۔اس کے بعد 11 مجاہدین نے اڈے پر دھاوا بول دیا۔اور کیمپ کے اندر کئی گھنٹوں تک برطانوی فوجیوں سے لڑتے رہے۔

اس واقعے میں حصہ لینے والے مجاہدین نے بتایا کہ اس جنگ میں درجنوں برطانوی اور کئی داخلی فوجی ہلاک ہوگئے۔ہلاکتوں کی مکمل تعداد 60 سے بھی زائد ہے۔ دشمن کے ہوائی حملے سے قبل مجاہدین پوری تدبیر کے ساتھ فوجی اڈوں سے بحفاظت نکل آئے۔ حملے میں حصہ لینے والے مجاہدین کے مطابق گروپ حملے کے وقت صرف ایک مجاہد ملا حکمت اللہ شہید ہوگئے جبکہ بقیہ سرفروش مجاہدین بخیر وعافیت واپس لوٹے۔

ایک اور خبر کے مطابق ہلمند کے ضلع گرمسیر میں بھی گذشتہ کل نیشنل آرمی کے ساتھ مجاہدین کا سخت معرکہ ہوا جس میں ایک کمانڈر سمیت 26 فوجی ہلاک ہوگئے۔ کچھ دن قبل دشمن نے اعلان کیا تھا کہ ملک کے جنوب مغرب میں نیشنل آرمی نے آپریشن شروع کیا تھا۔ دشمن نے یہ آپریشن چند دنوں سے ہلمند کے علاقے گرمسیر میں شروع کیا تھا، گذشتہ کل جب وہ گرمسیر کے علاقے کوشتے میں داخل ہوئے تو مجاہدین کے سخت حملے کا نشانہ بنے۔ جو رات 11 بجے تک جاری رہا۔اس جنگ میں نیشنل آرمی کے فوجی فرار ہونے میں اس وقت کامیاب ہوئے جب دشمن کے ہیلی کاپٹر پہنچے اور سخت بمباری کی۔ جس میں 8 مجاہدین شہید ہوگئے ۔اس شدید معرکے میں 26 فوجی ہلاک اور 30 زخمی ہوگئے۔

دوسری طرف امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 26 مارچ کی صبح سویرے ننگرہار کے مرکز جلال آباد شہر کے قلب میں پولیس ہیڈ کوارٹر کے بلمقابل واقع پولیس کی ٹریننگ سینٹر پر کامیاب فدائی حملہ کیا جہاں نیٹو انسٹرکٹرز کے تحت پولیس کو تربیت دی جاتی تھی۔ مجاہدین کے خبری ذرائع کا کہنا ہے کہ ان کی معلومات کے مطابق یہاں دشمن کے انتہائی اہم بیرونی انسٹرکٹرز مقیم تھے جن میں اسرائیلی شہریت رکھنے والے چند اہم انٹیلی جنس اہلکار اور انسٹرکٹرز بھی شامل تھے۔اسی لیے کافی عرصے سے یہ مرکز مجاہدین کے ہدف میں تھا۔ صبح 5 بجے پہلے فدائی مجاہد نقیب اللہ خوگیانی نے بارود سے بھری گاڑی اس ہدفی مرکز کے دروازے پر لا کر فدائی حملہ کردیا۔ جس کے بعد 4 مسلح فدائی مجاہدین مرکز میں داخل ہوگئے۔

فدائی مجاہدین کے اندر جاتے ہی سخت لڑائی کا آغاز ہوگیا۔ جو ڈھائی گھنٹے تک جاری رہا۔ علاقے کے مجاہدین کی رپورٹ کے مطابق مجاہدین کا کہنا ہے

کہ حملہ بہت کامیاب تھا۔ جس نے بہت جلد دشمن کے مرکز کو شعلوں میں بھڑکا دیا۔ مختلف چینلز کی جانب سے واقعے کی ویڈیو رپورٹنگ کے دوران اخذ کی گئی ویڈیوز میں دیکھا جاسکتا ہے کہ مجاہدین نے دشمن کو بہت شدید نقصانات پہنچائے ہیں اور مرکز کا اکثر حصہ جل گیا ہے۔ مجاہدین کا کہنا ہے کہ ان کی معلومات کے مطابق دشمن کے 50 سے زیادہ اہم داخلی وخارجی افراد ہلاک ہوگئے اور بہت سے زخمی ہوگئے۔ ہلاک ہونے والوں میں اکثریت ان خارجی افسروں کی ہے جو اس مرکز میں رہ رہے تھے۔

ملک کے مشرق اور جنوب مغرب سے بڑی جہادی کامیابیوں کی رپورٹس موصول ہورہی ہیں جبکہ چند ہفتوں سے شمال مشرقی صوبے بدخشان میں بھی جہادی کارروائیوں میں تیزی آگئی ہے۔ اس صوبے کے کئی اضلاع میں مجاہدین کی جانب سے بھرپور جہادی کارروائیاں شروع کی گئی ہیں۔ جس میں اب تک دشمن کے درجنوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے ہیں۔

بدخشان میں مجاہدین کو مضبوط عوامی تعاون حاصل ہے اسی لیے مجاہدین کے لیے ممکن ہوا ہے کہ دشمن کی تمام جوابی کارروائیوں کو شکست سے دوچار کردیں۔ اور ہر مرتبہ بھاری نقصان پہنچائیں۔ کرزئی انتظامیہ نے بدخشان میں نیشنل آرمی کو بار بار شکست سے دوچار دیکھ کر حالیہ دنوں میں جھوٹا پروپیگنڈا شروع کردیا۔ روزانہ مجاہدین کے نقصانات کے بارے میں بے بنیاد دعوے کیے جاتے ہیں۔ مگر علاقے سے موصول ہونے والی رپورٹس بتاتی ہیں کہ مجاہدین کی قوت میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔ گذشتہ دنوں بی بی سی سمیت کئی ذرائع ابلاغ نے رپورٹ دی کہ اس صوبے کے ضلع وردوج میں کارروائی کے لیے جانے والے دشمن کے 10 فوجی مجاہدین کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہوگئے ہیں۔

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ مجاہدین انتہائی قوی حالت میں ہیں اور دشمن سخت بدحواسی کا شکار ہے۔ ملک کے طول وعرض میں مجاہدین کے ان بڑے حملوں سے ہونے والے دشمن کے نقصانات اور ان کی مسلسل رسوائی سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین اس سال کس بلند حوصلے اور مورال کے ساتھ میدان جہاد میں کود رہے ہیں۔ اور وہ دن دور نہیں جب غداران وطن مکمل طور پر رسوائی کا شکار ہوکر فرار ہونے پر مجبور ہوجائیں گے۔

ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رپورٹس اور ان کا پروپیگنڈا بالکل باطل اور جانبداری پر مبنی ہے جو مغربی میڈیا نشر کرتا ہے۔ جن میں بتایا جاتا ہے کہ افغانستان میں جارحیت پسند فوجیوں کی ہلاکتوں کی تعداد میں کمی آئی ہے۔ مجاہدین کمزور ہوگئے ہیں۔ افغان عوام اور دنیا کے لوگ جو پروپیگنڈے کی بجائے حقائق کے عینی شاہدین ہیں وہ جانتے ہیں کہ جہادی کارروائیاں کمزور نہیں ہوئیں بلکہ روز بروز وسعت پارہی ہیں۔ ●●●

بقیہ از اتحادیوں میں پھوٹ۔۔۔۔؟

، گھر گھر تلاشی کی آڑ میں شہریوں، خواتین اور بوڑھوں کی تذلیل کی جارہی ہے، عوام پر عرصہ حیات تنگ کردیا گیا ہے، نام نہاد صدر کرزئی نے عوام کے دباؤ میں آکر اسی صوبے سے امریکیوں کو نکلنے کے لئے دو ہفتے کا الٹی میٹم دیدیا لیکن امریکیوں نے اس کا تمسخر اڑاتے ہوئے الٹی میٹم کو مسترد کردیا، اس سے قبل کونڑ اور کاپیسا میں تشدد کے واقعات رونما ہوئے اب یہ سلسلہ پورے ملک میں پھیلا دیا گیا۔ چونکہ افغانستان سے امریکیوں اور اتحادیوں کے فوجی انخلاء کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے اور دوسری جانب ان میں بداعتمادی کی پھوٹ پڑی اور مجاہدین اس موقع سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔

شروع میں امریکہ اور اس کے اتحادی متحد ہوکر افغانستان پر حملہ آور ہوئے لیکن اب ہر ایک اپنے اپنے راستے پر چل نکلا ہے، امریکہ پاکستان کے راستے فوجی سازوسامان منتقل کررہا ہے لیکن اس حوالے سے امریکہ کو کئی مشکلات درپیش ہیں، ایک امریکی جنرل ریمنڈ میسن نے بھی اعتراف کیا ہے کہ "افغانستان عراق نہیں، افغانستان سے انخلاء ان کے لئے ایک چیلنج ہے" کیونکہ افغانستان کی سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں۔ امریکہ کا اہم اتحادی برطانیہ پاکستان کی بجائے ازبکستان کے راستے فوجی سامان کو منتقل کرنا چاہتا ہے اور اس مقصد کے لئے ازبکستان کے ساتھ معاہدہ بھی کیا ہے، برطانیہ کے وزارت دفاع کے سیکرٹری فلپ ہیمنڈ نے کہا کہ افغانستان سے ان کے فوجی انخلاء کا وقت آگیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ تمام فوجی سامان کو ازبکستان کے راستے منتقل کردیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا راستہ ان کے لئے محفوظ نہیں ہے، میڈیا رپورٹ کے مطابق برطانیہ افغانستان سے 2500 فوجی گاڑیاں اور 6500 کنٹینرز ازبکستان کے راستے منتقل کرنا چاہتا ہے، اور ساڑھے چار لاکھ پونڈ کے فوجی وسائل ازبکستان کو سستی قیمت پر فراہم کردیا جائے گا، اس سے ثابت ہوا کہ امریکہ اور برطانیہ ایک نہیں رہے ان کے راستے الگ ہوکر فاصلے بڑھنے لگے، راہ فرار میں ہر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں، اب مجاہدین کو اس موقع سے خوب فائدہ اٹھا کر ان کا تعاقب کرتے ہوئے منظم منصوبہ بندی کرنی چاہیئے تاکہ مہمانوں کو ایک تاریخی سبق دے کر رخصت کریں تاکہ پھر کوئی ظالم ملک مظلوم پر حملہ کرنے کی غلطی نہ دہرائے اور نہ ہی دنیا کی کوئی طاقت پھر افغانستان پر یلغار کرنے کی حماقت کرے۔

◆ ◆ ◆

اتحادیوں میں پھوٹ......؟

بشیر

آج کل ہر شخص کی زبان پر یہ بات عام ہے کہ افغانستان میں 2014 کے بعد تمام قابض افواج نکل جائیں گی یا چند ہزار فوجی تعینات رہیں گے؟ اسی موضوع پر چند دن پہلے برسلز میں نیٹو کا ایک اہم اجلاس بھی ہوا جس میں امریکہ کے علاوہ نیٹو ممالک کے وزراء دفاع شریک تھے تاکہ اس بات کا جائزہ لیں کہ 2014 کے بعد کون سے ممالک اپنے محدود فوجیوں کو افغانستان میں برقرار رکھنے کے لئے تیار ہیں، چونکہ نیٹو ممالک کے اور امریکی وزیر دفاع کے درمیان تلخ کلامی ہوئی اس لئے اجلاس بغیر کسی نتیجے کے ختم ہوا۔

بلاشبہ اتحادی افواج افغانستان میں تھک چکی ہیں، انہیں بخوبی علم ہے کہ 2014 کے بعد افغانستان میں رہنا انتہائی مشکل کام ہے اور وہ غیر اعلانیہ طریقے سے 2014 سے پہلے افغانستان سے اپنی فوجیوں کو نکالنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اجلاس میں نیٹو ممالک کے وزراء دفاع نے امریکی وزیر دفاع پر واضح کردیا کہ 2014 کے بعد ہم افغانستان میں فوجیوں کو برقرار رکھنے کے حق میں نہیں ہیں اور اگر یہ ضروری ہے تو اپنے فوجیوں کو برقرار رکھے، اجلاس کے بعد امریکی وزیر دفاع لیون پینیٹا نے رسوائی سے بچنے کی خاطر یہ بیان دیا کہ امریکہ نے اپنے اتحادیوں پر مقررہ وقت کے بعد فوج کو برقرار رکھنے کا دباو ڈال دیا ہے، نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ افغانستان میں 2014 کے بعد فوج کو برقرار رکھنے کی ضرورت نہیں اس لئے مقررہ وقت سے پہلے انخلاء کا آغاز کردیا۔

ادھر افغانستان میں موسم بہار کی آمد کے ساتھ ہی قابض استعمار کے خلاف مجاہدین کی کارروائیوں اور خوفناک حملوں میں تیزی آئی، روزانہ متعدد اتحادی فوجیوں کو قتل کیا جارہا ہے، حال ہی میں صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں ایک بہادر مجاہد "حبیب اللہ" نے ایک ہولناک حملے میں 8 امریکی فوجیوں اور 5 افغان اہلکاروں کو ہلاک کردیا اسی طرح لوگر کے مرکز پل عالم میں ایک فدائی مجاہد "مطیع اللہ" نے بارود سے بھری گاڑی کو امریکی فوجی اڈے سے ٹکرادیا جس میں 20 امریکی فوجی ہلاک اور 11 زخمی ہوئے۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق 2001 سے اب تک افغانستان میں 3171 قابض فوجی ہلاک ہوچکے ہیں تاہم یہ اعداد و شمار اصل تعداد سے بہت کم ہیں کیونکہ جنگ میں ہلاک ہونے والے فوجیوں کی تعداد چھپانا حکمت عملی کا حصہ ہے، ان ہلاک ہونے والے فوجیوں میں 2082 امریکی فوجی، 440 برطانوی، 158 کنیڈین، 88 فرانسیسی، 56 جرمن، 52 اطالوی، 34 ڈنمارک، 39 آسٹریلین، 38 پولینڈ، 36 ہسپانوی، 25 نیوزی لینڈ، 20 رومانی، 9 ہنگری، 7 سویڈنی، 5 چیک جمہوریت، 5 لیوبیان، 3 فن لینڈ، 2 پرتگالی، 2 کوریا، 2 البانوی اور بیلجیم اور لیتوانیا کے ایک، ایک فوجی شامل ہیں، لیکن آزاد ذرائع اور افغان عوام ان تعداد سے متفق نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں ہلاک شدگان کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے تاہم امریکہ کے لئے یہ تعداد بھی قابل برداشت نہیں ہے اور زخمیوں کی تعداد مغربی ذرائع ابلاغ کے مطابق 20554 تک ہے جبکہ 4226 فوجیوں نے ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں، کنیڈا کے 2047 فوجی زخمی ہوئے تاہم ہلاکتوں میں امریکہ سرفہرست ہے، امریکی زخمی فوجیوں کی تعداد 18188 تک ہے، 2012 افغانستان میں قابضین کے لئے زیادہ جان لیوا ثابت ہوا، افغانستان میں موجودہ 49 ممالک کے فوجی موجود ہیں جن میں امریکہ کے 68 ہزار، برطانیہ 9500، ترکی، 998، ہسپانیہ 16016، پولینڈ 177، نیوزی لینڈ 500، اٹلی 4000، ہنگری 582، جرمنی 4318، فرانس 543، ڈنمارک 567، کنیڈا 950 اور بلغاریہ کے 580 فوجی شامل ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق 2009 میں قابض افواج پر 7228 حملے ہوئے، 2010 میں 3366 امریکی فوجی زخمی ہوئے۔

افغانستان میں امریکی اور اتحادی حواس باختہ ہوگئے اب وہ عوام سے انتقام لینا چاہتے ہیں، صوبہ میدان وردگ میں امریکیوں نے عوام پر مظالم ڈھانا شروع کردیئے۔۔۔۔ بقیہ صفحہ نمبر 4 پر ملاحظہ فرمالیں۔

ملا داد اللہ شہید رحمہ اللہ

مختصر سوانحی خاکہ

حاجی عبداللہ کے صاحبزادے ملاداداللہ شہید 1967 میں صوبہ روزگان کے ضلع دھراود میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے، ابتدائی دینی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی اور مختصر عرصے میں درمیانے درجے کی مروجہ کتابیں پڑھ لیں آپ حصول علم میں مصروف تھے کہ سابق سوویت یونین نے افغانستان پریلغار کی۔

جہادی زندگی:

شہید ملاداداللہ کے مجاہد ساتھیوں کے مطابق انہوں نے 1983 میں قندہار میں معروف جہادی کمانڈر مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں روسی افواج کے خلاف جہاد میں حصہ لیااور پہلی بار قندہار کے ضلع ارغنداب کے شاہین گاؤں میں روسی افواج کے خلاف ایک گھمسان کی لڑائی میں شریک ہوئے اگرچہ اس وقت ان کی عمر کم تھی مگر شجاعت اور مہارت کی بنیاد پر وہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں تھے۔

ارغنداب میں روسی افواج کو شکست دینے کے بعد وہ صوبہ ہلمند گئے جہاں پر انہوں نے مشہور کمانڈر ملا نسیم اخندزادہ کے ساتھ مل کر روسی افواج کے خلاف جہادی کارروائیوں کو دوام بخشا، وہاں ایک سال گزارنے کے بعد واپس قندہار آئے اور مولوی اختر محمد آغا کی سربراہی میں اپنی اسلامی، شرعی اور جہادی ذمہ داریوں کو اس وقت تک پوری شجاعت اور مہارت کے ساتھ احسن طریقے سے نبھاتے رہے جب تک روسی افواج اور ان کے کمیونسٹ حامی مکمل شکست کھا کر افغانستان سے نکلنے پر مجبور نہ ہوئے، کابل فتح ہونے کے بعد جب اقتدار کی باگ ڈور مجاہدین نے سنبھالی اور کئی ایک اقتدار پرست جہادی رہنماوں کے درمیان حصول اقتدار کے لئے خانہ جنگی شروع ہوئی تو آپ نے اسلحہ پھینک کر اپنی ادھوری تعلیم کی تکمیل کے لئے پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے دارالحکومت کوئٹہ میں مولوی محمد شفیع کے مدرسہ میں داخلہ لیااور بعدازاں مشہور علمی اور جہادی شخصیت شیخ الحدیث مولوی عبدالعلی دیوبندی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخلہ لیکر اکتساب فیض کرتے رہے۔ 1994 میں جب قندہار میں طالبان کی اسلامی تحریک نے عالیقدر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی سربراہی میں ظلم، فساد اور بدامنی کے خلاف جنم لیا تو اسی دن سے شہید ملاداداللہ بھی تحریک کے ہمسفر بن کر اپنے بیس ساتھیوں سمیت عالیقدر امیر المومنین کی ہدایت پر قندہار کے ضلع پنجوائی چلے گئے۔ انہوں نے ضلع سپین بولدک ، قندہار شہر اور ائیرپورٹ کو فتح کرنے کی لڑائیوں میں بھرپور حصہ لیا قندہار کو فتح کرنے کے بعد موصوف کو سربراہ کی جانب سے صوبہ روزگان بھیجا گیا جہاں انہوں نے لوگوں کو اسلامی تحریک کی حمایت کرنے کی دعوت دی، روزگان کی حمایت کے بعد قیادت نے انہیں صوبہ ہلمند کے لئے تعینات کیا جہاں انہوں نے سنگین کو فتح کرنے کے بعد کچھ مدت کے لئے صوبہ فراہ میں جہادی خدمات انجام دیں اور پھر صوبہ زابل، غزنی اور میدان وردگ کی فتوحات کے بعد صوبہ لوگر اور چہار آسیاب کی کارروائیوں میں بھرپور حصہ لیا اسی طرح پکتیا اور خوست میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ شہید ملاداداللہ چہار آسیاب میں گھمسان لڑائیوں کے بعد امیر المومنین کی ہدایت پر صوبہ فراہ میں تعینات ہوئے اور وہاں دشمن کے خلاف مزاحمت جاری رکھی، اسی وقت دشمن نے چہار آسیاب پر شدید حملہ کیا اور ایک مرتبہ پھر قیادت کی جانب سے آپ کو چہار آسیاب کی ذمہ داری سونپ دی گئی آپ نے ذمہ داری سنبھالتے ہی دشمن پر خوفناک حملہ کیا اس پیش قدمی کے دوران بارودی سرنگ پھٹنے سے آپ کا ایک پاؤں کٹ گیا۔ جب اسلامی امارت کے مجاہدین نے کابل کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے ریشمین چوٹی سے حملہ کیا تو شہید ملا بور جان کے ساتھ آپ نے بھی نہایت اہم رول ادا کیا اور گھمسان کی لڑائی کے بعد دارالحکومت کابل کو جنگجو کمانڈروں اور شرپسند عناصر سے آزاد کرکے اسلامی نظام کا عادلانہ جھنڈا لہرادیا۔ آپ فتح کابل کے موقع پر خواجہ رواش کے قریب دائیں ہاتھ پر زخمی ہوئے اس کے باوجود آپ نے دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے کابل کے شمالی علاقوں شکر درہ، پل متک اور کاپیسا کی جانب پیش قدمی جاری رکھی۔ ان تمام جنگوں میں

وہ جنرل کمانڈر بھی نہیں تھے مگر انہوں نے ایک فعال اور بہادر مجاہد کی حیثیت سے نہایت اہم رول ادا کیا۔

جب 1997 میں صوبہ بادغیس کی جانب سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین فاریاب اور دیگر شمالی صوبوں میں داخل ہوئے تو ملاداداللہ شہید بھی اپنے ہزاروں ساتھیوں اور امارت کے رہنماوں سمیت درہ سالنگ کے راستے شمالی صوبوں میں داخل ہوئے جب صوبہ بغلان کی پلخمری تک پیش قدمی کی تو جنرل مالک نے تاریخی بے وفائی اور غداری کرتے ہوئے ہزاروں مجاہدین کو شہید کردیا، ملاداداللہ اپنے ساتھیوں سمیت پلخمری میں محاصرے میں آگئے، اس وقت مجاہدین شدید مشکلات اور خطرات سے دوچار تھے، ملاداداللہ شہید اور ملاامیر خان متقی کے بشمول امارت اسلامیہ کے دوسرے رہنماوں نے حکمت اور بصیرت سے کامیاب منصوبہ بنایا جس کے نتیجے میں تمام مجاہدین دشمن کی ضرر سے محفوظ ہوئے۔ امارت اسلامیہ کے رہنماوں نے ان حالات میں نہ صرف مجاہدین کا مورال بلند رکھا بلکہ مقامی لوگوں سے بھی تعلقات استوار کرکے ان کا اعتماد حاصل کرلیا جس کے بعد مقامی لوگوں اور جہادی کمانڈروں کے تعاون سے صوبہ قندوز پر حملہ کیا اور بہت کم مزاحمت کے بعد اس پر قبضہ کرلیا جو مجاہدین کا ایک مضبوط مرکز رہا، ملاداداللہ جو اس صوبے کے کمانڈر تھے نے ایک سال تک شدید مشکلات میں قندوز کا دفاع کیا اور دشمن کے متعدد حملوں کو پسپا کیا، اس کے بعد آپ صوبہ بامیان، تخار اور کابل کے شمالی صوبوں بگرام، نگاب اور نجراب کی مختلف کارروائیوں شریک رہے۔

گیارہ ستمبر واقعہ کے بعد جب امریکہ نے حماقت کرتے ہوئے افغانستان پر حملہ کیا تو شہید ملاداداللہ نے شمالی صوبوں میں امریکہ اور اس کے حامیوں شمالی اتحاد کے خلاف شدید مزاحمت کی جب امریکہ کے شدید فضائی حملے اور شمالی اتحاد کے زمینی حملے حد سے بڑھ گئے تو مجاہدین شمالی صوبوں سے عقب نشینی کرتے ہوئے کابل روانہ ہوئے اس وقت ملاداداللہ شہید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ضلع بلخ میں ایک گھر میں پناہ لی۔ امریکہ اور دوستم ملیشیا کی سخت تفتیش کے باوجود ایک مہینہ اسی گھر میں قیام کیا پھر سٹلائٹ فون کے ذریعے بی بی سی کو انٹرویو دیا جس میں کہا کہ الحمدللہ میں آج چار بجے خیر وعافیت سے قندہار پہنچ گیا، انٹرویو سننے کے بعد دشمن کو یقین آیا کہ وہ ان کے محاصرے سے نکل گئے ہیں، اس انٹرویو کے بعد وہ چند حریت پسند عوام کے تعاون سے درہ سالنگ کے راستے قندہار پہنچے۔

جب عالیقدر امیرالمومنین نے قابض استعمار کے خلاف جہاد کو نئی روح بخشی اور جہادی کارروائیوں کو منظم شکل دیتے ہوئے رہبری شوری تشکیل دی تو ملاداداللہ شہید کو بھی اس کا رکن مقرر کیا، آپ نے مقدس جہاد کے فریضہ کو نئے خطوط پر استوار کرتے ہوئے کارروائیاں تیز کردیں اس دوران بی بی سی کے نامہ نگار رحیم اللہ یوسفزئی نے آپ سے ایک اہم انٹرویو لیا جس میں آپ نے تازہ کارروائیوں کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ قندہار کے شمال میں درہ نور میں 60 امریکی اور افغان فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتاردیا اور درہ نور جو قندہار اور روزگان کی قومی شاہراہ ہے بند کردیا۔ ملاداداللہ نے اس سوال کہ امریکہ بڑی قوت کے ساتھ افغانستان آیا ہے شاید آپ اس کو شکست دینے اور نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کرسکیں کے جواب میں کہا کہ روس بھی افغانستان سے جانا نہیں چاہتا تھا مگر جب اس کا گھیرا تنگ ہوا تو وہ مجبور ہوکر فرار ہوا امریکہ بھی اسی طرح ہماری سرزمین سے رسوا ہوکر نکلے گا انشاء اللہ۔ اس انٹرویو نے کابل حکومت کے ایوانوں میں کھلبلی مچادی اور نام نہاد صدر کرزئی کے دماغ کو چوٹ لگی اسی لئے وہ کہنے لگا کہ ہم اس انٹرویو کی شدید مذمت کرتے ہیں اور صحافیوں سے بھی کہا کہ وہ عسکریت پسندوں کا انٹرویو لینے سے گریز کریں، اس انٹرویو کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور پورے افغانستان میں مجاہدین کو نیا حوصلہ ملا۔

شخصیت:

ملاداداللہ شہید امارت اسلامیہ کے ان رہنماوں میں سے تھے جن پر عالیقدر امیرالمومنین کو خاص اعتماد تھا، وہ بہادر، باہمت، مضبوط اعصاب کے مالک، منصوبہ ساز اور حکمت عملی کے ماہر تھے، امارت اسلامیہ کے پہلے ادوار اور پھر امریکہ کے خلاف جاری جہاد میں ان کا تابناک کردار تھا۔

ان کے جوان عزم جذبے اور جہادی خدمت کے متعلق ان کے ایک ساتھی نے بتایا کہ روسی افواج نے قندہار کے ضلع ارغنداب کا محاصرہ کرکے وہاں موجود مجاہدین کے خلاف فوجی آپریشن شروع کردیا جس کے خلاف وہ دفاعی جنگ میں صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے اور رات کو صبح تک 150 کلو آٹا گوندکر اس سے روٹی پکائی۔

جب وہ قندوز میں محاصرہ میں تھے تو مطمئن اور پرسکون تھے ان کے چہرے پر خوف کے آثار نہیں تھے حالانکہ قندوز پر مسعود اور دوستم کے جنگجوؤں کے حملے چاروں طرف سے ہورہے تھے، ملاداداللہ شہید بڑی دلیری سے ان کا مقابلہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو حوصلہ دیتے تھے۔

الجزیرہ چینل کے رپورٹر نے ہلمند میں چنددن ان کے ساتھ قیام کیا وہ کہتے ہیں کہ ملاداداللہ انتہائی ملنسار اور متوکل آدمی تھے، وہ امریکی فضائیہ سے نہیں ڈرتے تھے اور نہ ہی ان کے دل میں خوف تھا، وہ ہلمند میں امریکیوں کی پرواکئے بغیر آزاد گھومتے پھرتے تھے، ہلمند میں سینکڑوں میل پیدل گھومتے تھے حالانکہ وہ ایک پاوں سے معذور بھی تھے۔ اس نمائندے نے انٹرویو کے دوران ان سے پوچھا کہ آپ امریکہ کو انتہائی مطلوب افراد میں سے ہیں پھر بھی کھلے عام

اور آزاد گھومتے ہیں کیا آپ کو جاسوسی طیاروں اور سیاروں سے خطرہ اور خوف کا احساس نہیں ہے؟ تو جواب میں ملاداداللہ شہید کا کہنا تھا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے اوپر جاسوسی طیارے اور سیارے ہیں مگر ان سے اوپر ہمارے محافظ، قادر اور مددگار رب بھی ہیں، ہم اسی کی رضا کے لئے جہاد کرتے ہیں اور اسی کی راہ میں جام شہادت نوش کرنے کے متمنی ہیں۔

ملاداداللہ کی شہادت کا واقعہ:

الحاج ملاداداللہ اخند نے پوری عمر جہاد میں گزاری 14 مئی 2007 بمطابق 26 ربیع الثانی 1428 میں صوبہ ہلمند ضلع گرمسیر کے درویشان گاؤں میں قابض امریکیوں کے چھاپے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

بلاشبہ وہ افغانستان جہاد کے صف اول کے کمانڈروں میں سے تھے، ان کی شہادت اسلام اور افغان جہاد کی تاریخ کا بہت بڑا سانحہ تھی۔ ہماری تاریخ کے ایک اہم موڑ پر اپنی آئندہ نسلوں کو شہید کی مجاہدانہ زندگی اور سانحہ شہادت کی مصدقہ معلومات فراہم کرنے اور محفوظ بنانے کی خاطر افغانستان کے مشہور جہادی کمانڈر اور امارت اسلامیہ صوبہ ہلمند کے فوجی سربراہ ملا محمد نعیم اخند سے نشست کی اور سانحہ شہادت کے اصل حقائق سے متعلق ان سے دریافت کیا۔ ملا محمد نعیم سانحہ شہادت کی رات ان کے ساتھ ایک مکان میں سو رہے تھے اور تمام کارروائی اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

انہوں نے بتایا کہ سانحہ شہادت سے دو دن پہلے ہم اکٹھے ہوئے، میں ضلع باغران سے گرمسیر آیا تو وہ بھی یہاں تھے۔ اس روز دشمن کے طیارے بہت زیادہ پرواز کر رہے تھے کیونکہ ملاداداللہ شہید سٹلائٹ فون استعمال کرتے تھے اور دشمن سٹلائٹ فون کا پیچھا کرتا تھا، اس سے ایک دن پہلے بھی انہوں نے چھاپہ مارا مگر اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا، ہم نے مغرب کی نماز ادا کی اور پھر کھانا کھا کر درویشان گاؤں چلے گئے جہاں ایک خالی گھر میں قیام کیا، ہمارے ساتھیوں میں، میں، ملاداداللہ اخند، اجمل، حافظ حمداللہ، دین محمد، میر وائس اور اس کا ایک ساتھی ملادر محمد تھا، ساتھیوں میں ڈیوٹی تقسیم کر کے ہم سو گئے، اچانک آنکھ کھلی تو کان میں آواز پڑی کہ امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا ہے، طیارے نیچے پرواز کر رہے ہیں، میں نے ملاداداللہ اخند جو میرے ساتھ سو رہے تھے کو جگایا انہوں نے اپنا مصنوعی پاؤں رکھ لیا اور اسلحہ اٹھا کر مکان سے باہر نکلے چونکہ میں مکان سے واقف تھا اور مجھے معلوم تھا کہ مکان کے دو دروازے ہیں ایک عام دروازہ ہے اور ایک پیچھے ندی کی جانب خاص دروازہ ہے، میں نے ان سے کہا کہ میرے پیچھے آنا، اس دوران جب ہم باہر نکلے تو طیارے بہت نیچی پرواز کر رہے تھے اور فوجیوں کو بھی اتار دیا تھا پہلے میں مکان سے نکلا ساتھی بھی ادھر ادھر دوڑ رہے تھے، اس وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ ملاداداللہ کس طرف نکلے، میں مکان سے باہر پیچھے کی جانب گیا تو طیارے نے مکان پر بم گرایا جس سے مکان کی ایک دیوار گر گئی، جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو امریکی فوجی سامنے آرہے تھے، میں نے ان پر فائر کھول دیا تو انہوں نے بھی فوراً فائرنگ کر دی، میں دیوار کے پیچھے چھپ گیا اور پھر ندی میں چھلانگ لگا دی، یہاں پر تسلی نہیں ہوئی ساتھیوں کا اندیشہ تھا واپس مکان آیا اور آواز دی کہ اجمل اس طرف آؤ، اجمل اس طرف آؤ، لیکن مجھے معلوم ہوا کہ ملاداداللہ، میر وائس اور دین محمد مکان سے نکل کر کسی دوسری طرف گئے ہیں، میں مکان سے واپس نکلا اور امریکیوں سے آمنے سامنے لڑائی شروع ہوئی، اسی دوران طیارے نے فائر کیا جس سے میرا پاؤں زخمی ہوا اور میں گر گیا، جب میں واپس کھڑا ہوا تو دوبارہ فائرنگ سے میرا ہاتھ، پیٹ اور کندھا زخمی ہوا، اس وقت میرے ہاتھ نے کام چھوڑ دیا اور میں گر کر بے ہوش ہوا اور پھر ہوش میں آیا اور اس وقت یہ سمجھ گیا کہ شدید بمباری جاری ہے، فضا میں طیاروں کا شور تھا ہر طرف بم برس رہے تھے، بہت مشکل مرحلہ تھا، میں آہستہ آہستہ ندی میں گرا اور پانی میں بہہ گیا جب کافی دور پہنچا تو ایک سائیڈ پر تکیہ لگایا جب اٹھنے کی کوشش کی تو پھر بے ہوش ہوا، جب ہوش میں آیا تو صبح کی اذانوں کی آوازیں آرہی تھیں، امریکی چلے گئے تھے، ہمارے ساتھی ہماری تلاش میں آئے تھے میں نے انہیں آواز دی کہ یہاں آجاؤ، اسی دوران ہمارے گرمسیر کے ذمہ دار عبدالہادی آغا آئے جب مجھ پر نظر پڑی اور دیکھا کہ میں زخمی ہوں تو اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ گاڑی اس طرف لے آئیں، جب گاڑی آئی تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے سخت سردی لگ رہی ہے، زخمی ہوں خون پیٹ میں جا رہا ہے اور پھر بتایا کہ مہمان (ملاداداللہ اخند) کہاں ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ سب خیریت سے ہیں صرف آپ معمولی زخمی ہیں، مہمان محفوظ ہیں، کوئی مشکل نہیں، مجھے ایک کلینک لایا گیا اسی دوران میر ائس بھی آیا میں نے اس سے بھی پوچھا کہ حاجی ملا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے بتایا کہ سب ساتھی خیریت سے ہیں صرف معمولی زخمی ہیں لیکن میں سمجھ رہا تھا وہ صرف مجھے تسلی دے رہے ہیں کیونکہ مجھے بمباری کے دوران مکان کے اندر پتہ چلا کہ اجمل، حافظ حمداللہ اور ملادر محمد سمیت دوسرے ساتھی بھی اسی وقت شہید ہوئے اور ملاداداللہ اخند کو مکان سے باہر نکلتے وقت طیاروں نے شہید کر دیا تھا۔

مجھے بعد میں انہی ساتھیوں اور ملا عبدالہادی آغا جنہوں نے ملاداداللہ شہید کا جسد خاکی تلاش کر کے دیکھ لیا تھا، بتایا کہ ملاداداللہ مکان سے زندہ نکلے تھے

، قریب ندی تک پہنچ گئے وہ کوشش کر رہے تھے کہ ندی سے گزر جائیں اسی دوران امریکی طیاروں نے ان پر فائر کھول دیا اور وہ اسی پانی میں شہید ہوگئے، عبدالهادی آغا کے مطابق وہ طیارے کے فائر سے شہید ہوئے تھے۔

اس چھاپے میں ہمارے دوسرے ساتھی بھی شہید ہوئے صرف میں، میر والیس اور دین محمد کو اللہ تعالی نے محفوظ رکھا، ملاداداللہ شہید کو ان کی وصیت کے مطابق کہ میں جہاں پر شہید ہو جاؤں وہیں پر دفن کیا جائے، اگلی رات وہ اور ان کے ساتھیوں کی تدفین شروع کردی گئی، چند ساتھیوں نے قریب قبرستان میں قبریں تیار کیں اور پھر ایک، ایک شہید کو دفن کیا گیا، اس وقت جب دین محمد قبرستان میں شہداء کو دفن کر رہے تھے اور میر والیس اور اس کے ساتھی مکان سے شہداء کو لانے میں مصروف تھے تمام شہداء کو سپرد خاک کردیا گیا صرف ملاداداللہ شہید کی تدفین باقی تھی کہ اسی دوران امریکیوں نے پھر اسی مکان پر بمباری کر کے چھاپہ مارا اور تلاش کے دوران ملاداداللہ شہید کا جسد خاکی انہیں ہاتھ آیا، اسی چھاپے میں امارت اسلامیہ کے دوسرے اہم رہنما بھی شہید ہوئے جن میں عبدالهادی اجمل جو کیوبا جیل سے رہا ہوا تھا اور اب گرمسیر کا سربراہ تھا اور اس کے علاوہ حافظ حمداللہ کلالی جنہیں حال ہی میں جیل سے رہائی ملی تھی اور باصلاحیت شخص تھا، اسی طرح حاجی میر والیس اور مولوی دور محمد بھی شہید ہوئے۔

ملاداداللہ شہید کو قندہار میں سپرد خاک کردیا گیا۔ان کے پسماندگان میں 4 بچے رہ گئے۔دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور شہید کو جنت الفردوس میں اعلی درجات سے نوازے۔آمین

●●●

سلطان سلمان القانونی کا واقعہ

سلطان سلیمان القانونی {1550-1566} کو توپ کاپے محل کے ذمہ داران نے اطلاع دی کہ درختوں کے جڑوں میں بہت زیادہ چیونٹیاں پیدا ہو گئی ہیں۔انہوں نے درختوں اور پودوں کے ماہرین کو طلب کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا کہ کیا، کیا جائے۔ ماہرین نے ایک خاص قسم کا تیل بتایا کہ درختوں کو اس کی مالش دی جائے چیونٹیاں خود بخود مر جائیں گی۔ مگر سلطان سلیمان کی عادت تھی کہ ہر چھوٹا بڑا کام کرنے سے پہلے وہ شیخ الاسلام سے فتوی ضرور طلب کرتے اس کام میں بھی فتوی ضروری سمجھا۔

سلطان خود شیخ الاسلام کے پاس فتوی لینے گئے۔ شیخ الاسلام اپنے مقام پر نہ تھے۔انہوں نے ایک چھوٹے سے کاغذ پر ایک شعر میں استفتاء لکھ چھوڑا

اذا دب النمل على الشجر****فهل في قتله ضرر؟

جب درختوں پر چیونٹیاں پیدا ہو جائیں تو اس کے مارنے میں کوئی حرج تو نہیں۔جواب میں شیخ الاسلام نے لکھا

إذا نُصبَ ميزان العدل **** يأخذ النمل حقه بلا خجل!!!.

عدل کا میزان جب نصب ہوگا تو چیونٹی بلا جھجک اپنا حق لے گا۔یہ واقعہ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے نیک اور صالح خلفاء اتنا چھوٹا سا کام بھی وقت کے شیخ الاسلام کے فتوی کے بغیر نہیں کرتے تھے۔ آیئے اس نیک سیرت عثمانی خلیفہ کے وفات کے عجیب واقعے کی جانب۔

سلطان سلیمان القانونی جب ویانا کے دورے کے موقع پر زیکتور کی جنگ میں انتقال کر گئے تو ان کی میت واپس استنبول بھیجی گئی۔ دفن کرنے کے لیے جب انہیں دفن کے لیے قبرستان لایا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے وصیت کی ہے کہ ان کا ایک صندوق ان کے ساتھ دفنایا جائے۔ علماء کو معلوم ہوا تو سمجھے کہ اس میں بہت مال و دولت یا کوئی خاص جواہرات ہوں گے۔ علماء نے کہا کہ اس قیمتی مال کا ضائع کرنا ناجائز ہے۔

فیصلہ یہ ہوا کہ صندوق کو کھولا جائے۔ جب صندوق کو کھولا گیا اور صندوق میں رکھا ہوا سامان دیکھا تو علماء حیران رہ گئے کیوں کہ صندوق میں صرف وہ فتاوی رکھے ہوئے تھے جو انہوں نے علماء سے وقتا فوقتا طلب کیے تھے۔ وقت کے شیخ الاسلام ابو سعود آفندی رو پڑے اور کہا سلیمان تم نے اپنی جان چھڑا دی۔ پر ہم کیا کریں گے اگر ان فتاوی میں ہم سے غلطیاں ہوئی تھیں۔

◈◈◈

ترقی یافتہ معاشرے میں بوڑھوں کی قدر؟

تحریر: ولید افغان

جاپان کے وزیر خزانہ (تارو آسو) نے کہا ہے کہ جاپان میں عمر رسیدہ افراد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، جن کے اخراجات حکومت کے ذمہ ہیں اس لئے سالانہ بجٹ میں اس کے لئے خطیر رقم مختص کی جاتی ہے جو حکومت پر غیر ضروری بوجھ ہے، حکومت کو چاہیے کہ ان کو مرنے دے۔

ان عمر رسیدہ افراد سے چھٹکارا حاصل کرنا عجیب منطق ہے۔ مشرقی ترقی یافتہ ملک کے وزیر خزانہ کے اس بیان نے مجھے حیران کر دیا اور میں سوچ میں پڑ گیا کہ کچھ عرصہ قبل ہمارے معاشرے میں بزرگ شہریوں کی بہت قدر ہوتی تھی لیکن آج مشرقی ثناخواں بھی مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو گئے۔

ہمارے والد صاحب کی شہادت کے بعد والدہ نے ہجرت کی مشکلات میں ہماری پرورش اور تربیت کی، کتاب، مدرسہ اور مسجد کے ساتھ تعلق کی بناء پر ہمارے دلوں میں ان کی قدر پیدا ہوئی تاہم ہمارے معاشرے میں والدین کے لئے جو احترام پایا جاتا ہے اتنی قدر ہمارے دلوں میں نہیں تھی۔ کیونکہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بے تکلفی کی زندگی گزارنے کے عادی ہو چکے تھے، والدہ کے ہاتھ کو چومنے، ان کے جوتے سیدھا کرنے اور وضو کے لئے لوٹا ساتھ لے جانے کے عادی نہیں تھے مگر ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ہر نماز کے بعد یہ دعا ضرور مانگتی تھیں کہ یا اللہ مجھے حج کی سعادت اور شہادت کی موت نصیب فرما۔ چونکہ ہمارے ہاں خواتین کا محاذ جنگ پر جانا نہیں ہوتا تھا اور پھر ہماری اقتصادی حالت بھی ایسی تھی کہ والدہ محترمہ کی یہ دونوں خواہشیں بظاہر پوری ہوتی دکھائی نہیں دے رہی تھیں

وقت اپنی رفتار سے گزرتا گیا اور ملکی حالات میں تیزی سے تبدیلیاں آتی رہیں اور ایک دن استعماری قوتوں کے ہاتھوں امارت اسلامیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ کٹھ پتلی حکومت قائم ہوئی، اراضی کی قیمتیں بلند ہوئیں، ہم نے کابل میں اپنی زمین بیچ دی تاکہ ان پیسوں سے والدہ کو حج پر لے جائیں اور دیگر ضروریات زندگی بھی پوری کریں۔ بھائیوں نے والدہ کے ساتھ حج جانے کے لئے میرا انتخاب کیا، جب ہم رخت سفر باندھ کر کابل ایئرپورٹ پہنچے تو وہاں انتظار کے لئے عارضی خیمے لگائے گئے تھے اور ساتھ وضو خانے بھی بنائے گئے تھے۔ نماز کا وقت ہو رہا تھا، میں نے پانی بھرا اور والدہ کو وضو خانے تک لے گیا۔ دل میں بڑا خوش ہو رہا تھا لیکن واپسی پر دیکھا کہ ایک شخص اپنی والدہ کے پاؤں دھو رہا ہے۔ میں اس آدمی کے اس عمل سے بڑا متاثر ہوا، فارغ ہونے پر میں اس سے ملا اور اپنا تعارف کرایا۔ انہوں نے کہا وہ ننگرہار کے ضلع بھسود کا رہنے والا ہے اور ایک مقامی سکول میں معلم کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس کی والدہ انتہائی ضعیف تھیں، میں نے کہا کہ اگر آپ انہیں چند برس پہلے حج کرواتے تو بہتر ہوتا، اس پر اس نے کہا کہ دراصل پہلے ہماری مالی حالت کمزور تھی، یہ تو اب میرا چھوٹا لندن چلا گیا اور وہاں سے کچھ رقم بھیج کر والدہ کو حج کرانے کا کہا کہ کہیں والدہ کا انتقال نہ ہو جائے اور والدہ سے حج کروانے کی حسرت دل ہی میں رہ نہ جائے۔

ہمارا سفر ایک ہی طیارے میں ہوا اور پھر پہلے آٹھ دن بھی ساتھ ہی رہے۔ مدینہ منورہ میں انہوں نے سم خرید کر مجھے موبائل میں ڈالنے کے لئے کہا، گھر والوں سے بات کرنے کے بعد اپنے چھوٹے بھائی کو لندن فون کیا۔ آپ یقین کریں جب دونوں بھائی باتیں کر رہے تھے تو خوشی کے مارے رو رہے تھے۔

میں یہ منظر دیکھ کر حیران ہوا کہ ان کو اپنی ماں سے کتنی محبت ہے، بعد میں طواف، سعی اور دیگر مناسک حج کے دوران بزرگ والدین کے ساتھ بچوں کی محبت، ان کی دیکھ بھال، ادب واحترام اور قربانی کے وہ مناظر ملاحظہ کئے کہ سر فخر سے اونچا ہوا اور اپنے رب کا بہت شکر ادا کیا کہ اس نے میرا تعلق اسلام جیسے خوبصورت مذہب سے جوڑ دیا ہے۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

والدین کی خدمت اور نگہداشت کے یہ مناظر دیکھ کر مجھے یورپ کا خیال آیا کہ وہاں تو والدین کو اولڈ ہاؤسز میں ڈال دیتے ہیں اور پھر کبھی بھول کر بھی ان کی خیریت دریافت نہیں کرتے۔ کوئی زیادہ زور دکھائے تو کرسمس کو یا کسی اور تہوار کے موقع پر فون کرتا ہے یا کسی کے ہاتھ کاغذی پھولوں کا ایک چھوٹا سا گلدستہ بھیج دیتا ہے اور بس۔

لیکن افسوس صد افسوس! کچھ بدقسمت اور ناسمجھ مسلمان ایسے بھی ہیں جو مغرب کی تہذیب سے متاثر ہو چکے ہیں اور اپنے ضعیف والدین کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔

مسلمان ملت میں والدین اور بڑوں کی بات مانی جاتی ہے اور ان کو احترام دیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں بڑوں کے فیصلوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہمارے اسلامی معاشرے میں والدین کو باعث رحمت اور نعمت سمجھتے ہیں مگر مغربی دنیا میں والدین کو بوجھ اور زحمت سمجھ کر اولڈ ہاؤسز میں ڈال دیا جاتا ہے، اولاد ان سے دور رہتی ہے، حکومت ان کے ساتھ اس حوالے سے تعاون کرتی ہے۔ جاپان کے وزیر خزانہ کا بیان زندہ مثال ہے حالانکہ وہ خود 72 سال کا عمر رسیدہ شخص

ہے۔ان کا کہنا تھا کہ عمر رسیدہ افراد کے اخراجات غیر ضروری ہیں،ان کو مرنے دیں،جب عوام نے ان کے اس بیان پر شدید رد عمل ظاہر کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے۔وہ 1940 میں جاپان میں پیدا ہوئے،اب ان کی عمر 72 سال تک پہنچی ہے،وہ وزیر اعظم بھی رہ چکے ہیں اس وقت بھی متنازع بیانات کی وجہ سے بدنام ہو چکے تھے۔اس کا کہنا ہے کہ جس ملک میں یہودی تاجر اور صنعت کار موجود ہو اس ملک کو ترقی یافتہ کہا اور سمجھا جائے۔

واضح رہے کہ جاپان میں طبی سہولیات بہت زیادہ ہیں،شادیاں کم ہوتی ہیں اور بچے بھی کم پیدا ہوتے ہیں اس لئے عمر رسیدہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جاپان مشرقی ملک ہے حکومت کو چاہیے کہ وہ ضعیف لوگوں کی قدر کرے،انہوں نے بھی ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حکمرانوں اور بااثر شخصیات کو مشرقی اقدار کے تحفظ کے لئے اقدامات اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے، نئی نسل کو ازدواجی رشتوں کے فوائد سے آگاہ کرے اور اس حوالے سے شعور اجاگر کرے پھر انہیں یہ مسائل پیش نہیں آئیں گے،نہ ضعیف افراد خودکشی کریں گے،نہ حکومت پر بوجھ پڑنے کی نوبت آئے گی اور نہ ہی اولاد ان کی خدمت کو تکلیف سمجھے گی۔غریب افغانستان کی صورت میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

● ● ●

بقیہ از شیعہ آبادی میں بڑی تبدیلی کے آثار

ضلع کجران کے بیشتر علاقے اب مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں،دیگر علاقوں میں بھی رواں سال بڑے پیمانے پر جہادی کارروائیاں شروع کر دی ہیں جس کے باعث دشمن بوکھلا گئے۔

ایک ماہ قبل دایکنڈی کے ضلع شہرستان میں محمد علی فدائی نامی کمانڈر اپنے 50 ساتھیوں سمیت مجاہدین سے آملے،اسی طرح سنگ تخت،نیلی،میرامور اور بندر علاقوں میں کثیر تعداد میں قومی معتبرین اور قبائلی عمائدین نے مجاہدین کے ساتھ رابطے کئے ہیں اور ہر قسم تعاون کی یقین دہانی کرائی ہے،دایکنڈی کے جہادی مسئول ملا سلیمان آغا کا کہنا ہے کہ تمام اضلاع کے لئے تشکیلیں مکمل کر لی گئی ہیں مگر دایکنڈی میں برفباری کی وجہ سے فی الحال کارروائیوں کا آغاز اب تک نہیں کیا ہے موسم بہار شروع ہوتے ہی تمام اضلاع میں یکدم جہادی کارروائیوں کا آغاز کریں گے۔

حال ہی میں ضلع کجران اور شہرستان میں جہادی کارروائیوں میں جب تیزی آئی تو دشمن کو پریشان کر دیا کیونکہ وہ بامیان اور دایکنڈی کو محفوظ صوبے سمجھ رہے تھے اور یہاں پر ان کو مکمل کنٹرول حاصل تھا اب انہوں نے دایکنڈی کے عوام سے قومی ملیشیا کے لئے 300 افراد طلب کر کے مراعات کی پیشکش کر دی جس کو مقامی لوگوں نے یکسر مسترد کر دیا۔

دایکنڈی ضلع میزاب کے مرکز کے علاوہ باقی تمام علاقوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے،اجرستان بھی مجاہدین کے ہاتھ میں ہے صرف سنگر علاقے میں دشمن کا اڈہ قائم ہے جس میں موجود فوجیوں کے لئے اشیاء ضرورت کی ترسیل طیاروں کے ذریعے مکمل کرتے ہیں،اب تمام شیعہ آبادی کے علاقوں میں جہادی کارروائیاں تیزی سے جاری ہے،ان علاقوں میں تبدیلی کے آثار نمایاں ہیں جو عنقریب کسی بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔

رازداری

ہٹلر نے اپنی عسکری حکمت عملی بیان کرتے ہوئے کہا تھا: "معاملات میں رازداری کا خیال رکھنے کی حکمت عملی سب سے پہلے میں نے دریافت کی تھی۔" لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ رازداری کا اصول سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے وضع فرمایا تھا اور پھر آپ ﷺ سے اسے انسانیت نے سیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جارحانہ اور مدافعانہ دونوں صورتوں میں آپ ﷺ کی حکمت عملی اور اہداف کو کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا، کیونکہ آپ ﷺ اپنی مہم کا معتدبہ حصہ سر کرنے کے بعد اپنی سمت کی تصریح فرماتے تھے، چنانچہ جب آپ ﷺ مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کے ہدف کا مسلمانوں یا مشرکین میں سے کسی کو بھی واضح طور پر علم نہ تھا۔ اس کا اندازہ صرف اس وقت ہوا جب آپ ﷺ اور مکہ کے درمیان بہت تھوڑی مسافت رہ گئی اور جب آپ ﷺ نے دس ہزار جگہوں پر دس ہزار مشعلیں روشن کروائیں تو قریش کے دلوں پر خوف طاری ہو گیا، لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی اور مسلمان اس قدر قریب پہنچ چکے تھے کہ اب وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔

افغانستان میں امریکی اہداف اور حربے

لکھاری: حسن خیل مومند

کابل انتظامیہ کے امریکی دلال ان کوششوں میں ہیں کہ افغانستان کی حفاظت کے لیے امریکی اڈوں کی موجودگی کو ضروری ثابت کریں۔اور گذشتہ 11 سالوں میں جارحیت پسندوں نے جن جرائم کا ارتکاب کیا ہے ان پر پردہ ڈالیں۔ساتھ میں افغانوں سے یہ سند بھی حاصل کرلیں کہ افغانستان میں خارجی جارحیت پسندوں نے جن جرائم کا بھی ارتکاب کیا ہے افغانوں کو اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے۔امریکیوں کے پاس افغانستان میں اگر اڈے موجود بھی ہوں لیکن انہیں قانونی تحفظ حاصل نہ ہو تو بھی یہ سب فضول ہے۔اس لیے امریکا کی سخت مجبوری ہے کہ اپنے کٹھ پتلیوں کی زبان سے ایسی سند حاصل کرلیں جو ان کے ہر ناجائز کو جائز کہیں اور ہر جرم کے ارتکاب پر آنکھیں بند کیے رکھیں۔

اس کے علاوہ تجربات بتاتے ہیں کہ امریکی فوج جاپان، جنوبی کوریا، المان، فلپائن، تھائی لینڈ اور دیگر کئی ممالک میں جہاں فوجی اڈوں میں رہتی ہے اپنے اڈوں تک محدود نہیں رہتی۔بلکہ ان ممالک کے داخلی مسائل میں وسیع پیمانے پر دخل اندازی کرتی رہتی ہے۔لوگوں پر مظالم اور زیادتیاں کرتی ہے۔باوجود اس کے کہ ان ممالک کا قوانین یا امور نافذہ میں امریکیوں سے کوئی بڑا اختلاف بھی نہیں۔اس لیے کہ یہ تمام ممالک کفری ممالک ہیں مگر اس کے باوجود ان خطوں کے لوگ امریکیوں سے تنگ آئے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ امریکیوں کو ان ممالک سے نکال دیں۔

اب اگر امریکی قوانین اور ننگی تہذیب کا افغانستان کے اسلامی تعلیمات اور روایات سے تقابل کیا جائے تو اس بات میں کوئی ابہام نہیں رہتا کہ افغانی تہذیب اور اسلامی روایات امریکی موجودگی اور اس کے فوجی گھونسلوں کا وجود کسی صورت میں ایک لمحے کے لیے بھی برداشت نہیں کریگی۔

انتہائی جرات اور صراحت کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تہذیب اور دینی روایات وہ قوت اور اسلحہ ہے جسے افغانوں نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف استعماروں کے خلاف استعمال کیا۔اور جس کے ذریعے مختلف استعماری طاقتوں کو گرا کر دم لیا۔امریکا اور مغربی قوتوں کو اس دینی اور روحانی اسلحہ کا ادراک ہے اس لیے انہوں نے گذشتہ 11 سالہ نمائشی جمہوریت کے دور میں سخت کوشش کی تاکہ اس قوت اور جذبے کو نقصان پہنچا کر افغانوں کو روحانی اقدار سے خالی اور کھوکھلا مجسمہ بنادیا جائے۔مگر افغانوں نے امریکی طاقت، ٹیکنالوجی، حربے اور ڈالر سب کو لات مار کر ٹھکراتے ہوئے امریکیوں کو ایسے انجام سے دوچار کردیا کہ اب اوبامہ خود چیخ چیخ کر اور چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ ہم مزید طالبان سے جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور طالبان کو چاہئے کہ ہم سے مذاکرات کرکے مسئلہ کا کوئی حل تلاش کریں۔

اب اگرچہ امریکا چاہتا ہے کہ اپنے فوجیوں کی تعداد سال رواں کے درمیاں تک اور بھی کم کردے مگر طالبان کو اس بات پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ ٹریلینوں ڈالر کے مصارف اور تیس ہزار امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں کو دیکھتے ہوئے امریکا مذاکرات میں بڑی حد تک مخلص نہیں ہوگا اور امریکا اس حد تک ابھی نہیں پہنچا کہ ان سب کو فضول ہی جانے دے اور صرف فرار کا راستہ مانگے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق امریکیوں کا سب سے اہم ہدف یہ ہے کہ مستقبل میں خفیہ سازشوں اور شرارتوں کے لیے افغانستان میں کچھ پناہ گاہیں محفوظ رکھیں اور ان کے لیے قانونی تحفظ حاصل کرسکیں۔دوسرا ہدف اربکیوں اور گلم جموں کے لفنگوں اور لٹیروں کو مضبوط بنا کر افغانوں کی مال، دولت اور عزت کو نقصان پہنچانا ہے۔تیسرا ہدف یہ ہے کہ ملک میں پشتون، فارسی، تاجک، ازبک، ہزارہ اور ترکمن کے ساتھ ساتھ مقلد اور غیر مقلد کے جھگڑے پیدا کرکے لوگوں میں انتشار، نفرت اور اختلافات کو ہوا دیں۔تاکہ ہو امریکیوں کے خلاف ایک نہ ہوسکیں۔

افغانوں اور مجاہدین کی قیادت کو چاہیے کہ عالمی قوتوں کی ان کوششوں کی جانب سختی سے متوجہ رہیں۔کابل انتظامیہ کے ہاتھوں پلے ہوئے بے ضمیر قوتوں کی چکنی باتوں میں نہ آئیں۔ قانونی تحفظ حاصل کرنے کے کوششوں، اربکیوں اور گلم جم ملیشیا کے فتنوں اور قومی وحدت کی شیرازہ بندی بکھیرنے کی سازشوں پر ہر زاویے سے غور کریں۔اور نجات کا راستہ جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد اور معرکے کا موقف اپنا کر اسی میں تلاش کریں۔

ہندوستان میں افغان شہری مسیحیت کی زد میں

عبید تنویر

مغرب یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر اسلام پر اس کی پوری قوت اور جامعیت کے ساتھ اسلامی ممالک میں عمل درآمد ہونا شروع ہوجائے اور یہ مسلمانوں کا بااختیار نظام بن کر اپنی ضوفشاں کرنیں بکھیرنے لگے۔اور مسلمان اپنے دینی اقدار پر مضبوطی سے کاربند ہونا شروع ہوجائیں تو پھر مغرب کے لیے اسلامی دنیا میں اپنے فرسودہ نسخوں اور غلیظ حربوں کی حفاظت ناممکن ہوجائے گی۔اس لیے وہ ہروقت اسی سوچ میں ہیں کہ مسلمانوں پر جبر وتشدد اور دہشت گردی کے الزامات لگانے کے ساتھ ساتھ نرم لہجہ اور انسانیت دوستی کا لبادہ بھی اوڑھ لیں۔ مسیحیت جو ایک منسوخ دین ہے اور جس کی اب انہیں خود بھی کوئی چنداں ضرورت نہیں رہی مگر پھر بھی مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے اسے مسلمان ممالک میں پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں تاکہ اس طریقے سے اسلام کی ہدایت اور ترقی کا راستہ روکا جاسکے۔

حالیہ دنوں میں مسیحی مبلغین نے افغانستان سے باہر انتہائی مہارت سے افغانوں کو گمراہ کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے ہوئے ہیں۔کئی بااعتماد رپورٹس کے مطابق ہندوستان کے شہر دہلی اور اس شہر کے ہوائی اڈوں پر علاج معالجے یا تجارت کے لیے جانے والے افغانوں کو اپنے دام میں گھیرنے کے لیے مسیحی مشنریوں کے کارکن ہر جگہ گھومتے پھرتے ہیں۔ مسیحی بھیڑیے چاہتے ہیں سادہ لوح افغانوں کو مسیحیت کے دام میں گھیر کر اپنے عقائد کے متعلق دوراہے پر کھڑا کردیں۔

عینی شاہدین کا کہنا ہے یہ عیسائی مبلغین نئی دہلی شہر کے ان حصوں اور گیسٹ ہاوسز میں موجود رہتے ہیں جہاں افغان شہری رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ہوائی اڈوں پر جب افغان شہری اترتے ہیں مسیحیت کے یہ نوکر انتہائی چالاکی اور مہارت سے افغان مسافرین تک پہنچتے ہیں۔ان سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔اپنے ایمیلز اور رابطے کے پتے انہیں دیتے ہیں۔اور انتہائی صراحت سے انہیں بتاتے ہیں کہ وہ مسیحی مشن کے کارکن ہیں وہ چاہتے ہیں ہندوستان میں افغانوں کی خدمت کریں۔

ذرائع نے بتایا ہے کہ یہ لوگ ڈاکٹروں کا روپ بھی دھار لیتے ہیں اور افغان مریضوں کے علاج معالجے میں حصہ لیتے ہیں۔یہ لوگ انتہائی مہارت سے ان مریضوں کو مسیحیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔اور مریضوں کے ذہن میں یہ بات بٹھاتے ہیں کہ افغانستان میں اب عیسائیوں کی تعداد کئی ملینوں تک پہنچ گئی ہے یعنی کہ اب عیسائیت افغان معاشرے کا ایک انتہائی اہم اور وسیع حصہ بن چکا ہے۔

باوجود اس کے کہ ہندوستان میں علاج معالجے کے اخراجات انتہائی زیادہ ہیں مگر عیسائی مبلغین کے ہسپتالوں اور کلینکوں میں افغان شہریوں سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے ذریعے انتہائی زیادہ تعاون کیا جاتا ہے تاکہ افغانستان واپس لوٹنے کے بعد ان کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے کہ علاج کے لیے ہندوستان مناسب ترین ملک ہے۔

رپورٹس بتاتی ہیں کہ یہ مبلغین پشتو اور دری زبان انتہائی آسانی سے بولتے ہیں۔ مخصوص سفید رنگ کا لباس پہنتے ہیں۔ہر مریض اور مسافر کو پشتو اور دری زبان میں انجیل کا ایک نسخہ، حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک تصویر اور نئے سال کی ایک جنتری دی جاتی ہے۔

یہ انکشاف صوبہ ہرات کے چند مریضوں نے کیا جب وہ علاج کے لیے گذشتہ ماہ ہندوستان گئے تھے۔ذرائع ابلاغ سے باتیں کرتے ہوئے عبدالمنیر نامی ایک 50 سالہ شخص نے کہا کہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اپنا ایمان اور اسلامی عقیدہ محفوظ رکھے تو ہندوستان کے علاج سے بیزار رہے۔اس لیے کہ وہاں سادہ لوح افغانوں کو گمراہ کرنے کے لیے مسیحی مشنریاں گھات لگائے بیٹھی ہیں۔اس افغان شہری نے بتایا کہ افغان حکام کو ان تمام اسلام دشمن حربوں کا پتہ ہے مگر وہ اس جانب توجہ نہیں دیتے۔

محققین کے مطابق ملک میں جارحیت پسند خارجیوں کی پھیلائی ہوئی غربت، اسلام سے برگشتہ ہونے کے بدلے مغربی ممالک میں پناہ، اسلامی اور افغانی روایات کے خلاف میڈیا یلغار، ارتدادی مہموں کے خلاف کابل انتظامیہ کی خاموشی اور غیر محسوس انداز میں اس کے لیے راہ ہموار کرنا وہ عوامل ہیں جس نے اسلام دشمنوں کو یہ فرصت مہیا کردی ہے کہ ملک کے اندر اور باہر افغانوں کے عقیدے اور مقدسات میں بگاڑ لاکر اپنے شیطانی وساوس کا شکار بنائیں۔ سابق وزیر داخلہ بسم اللہ خان نے پارلیمنٹ کے مذہبی امور کے حالیہ اجلاس میں یہ بات واضح کردی کہ اس نے اپنے دور میں بہت کوششیں کیں تاکہ مسیحیت کی ترویج کے اڈے ڈھونڈے جاسکیں۔ آخر میں ہم نے صرف کابل میں 10 چرچوں کا سراغ لگایا مگر میں ان کلیساوں کو بند کرنے کے بارے میں اعلی حکام سے کوئی حکم حاصل نہیں کرسکا۔

گذشتہ ہفتے میں افغانستان میں اہل تشیع کے سربراہ آیت اللہ محسنی نے تمدن ٹی وی سے خصوصی انٹرویو میں ایک مغربی صحافی سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکا اور مغرب افغانستان میں اسلام کو بدنام کرنے اور اسلامی شعائر کی تحقیر کے لیے ہزاروں ذرائع ابلاغ کا بوجھ برداشت کرتا ہے۔ مذکورہ صحافی کے بقول محسنی نے یہ بھی کہا کہ امریکا اور مغرب افغانستان میں اپنے خبری اور تحقیقی چینلز کے ذریعے 24 گھنٹوں میں 1000 جھوٹ پھیلاتا ہے۔

شکور شفیق

وسط ایشیائی ممالک کے بے بنیاد خدشات

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا افغانستان سے انخلاء جاری ہے، افغان مجاہد عوام نے انہیں ذلت آمیز شکست دیکر پسپائی پر مجبور کیا، اب بہت سے حلقے پر امید ہیں کہ افغانستان میں ظلم اور فرسودہ نظام کا خاتمہ ہو کر افغان عوام کی خواہشات اور اسلامی خطوط پر استوار نظام کا نفاذ ہوگا، امارت اسلامیہ کا دور پھر لوٹ کر آئیگا، پھر مثالی امن قائم ہو جائے گا جس سے افغان عوام مستفید ہو جائیں گے، لیکن کچھ عناصر طالبان کی یہ فتح مبین اور سپر پاور دشمن کی یہ تاریخی شکست برداشت کرنے کو تیار نہیں اس لئے وہ بے بنیاد خدشات اور غلط اندیشے ظاہر کر رہے ہیں۔

گزشتہ ایک عشرے سے ملک میں جاری جنگ کا خاتمہ اور قابض افواج کی واپسی افغان عوام کا دیرینہ مطالبہ ہے، طالبان نے اللہ کی تائید سے عالمی سامراج امریکہ اور اس کے دریدہ حواریوں کو سبق آموز شکست دیکر عوامی جذبات کی ترجمانی کا صحیح حق ادا کیا، عوام یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی شکست سے نہ صرف افغان عوام کو نجات ملے گی بلکہ ہمسایہ ممالک سمیت وسط ایشیائی ممالک بھی استعمار کی شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے افغان عوام کی یہ توقع تھی کہ خطے کے ممالک صدی میں دو سپر طاقتوں کا شیرازہ بکھرنے پر انہیں داد دی جائے گی مگر میڈیا رپورٹس کے مطابق وسط ایشیائی ممالک یہ اندیشے ظاہر کر رہے ہیں کہ 2014 کے بعد افغانستان ایک مرتبہ پھر منشیات اور جہادی تحریکوں کا مرکز بن جائے گا جو وسط ایشیائی ممالک کے لئے سنگین خطرہ ہے۔اگرچہ امریکہ نے انہیں تسلی دی ہے مگر انہیں تسلی نہیں ہوتی۔

دولت مشترکہ کے سیکرٹری جنرل نے کہا ہے کہ افغانستان کے حالات روز بروز بگڑتے جا رہے ہیں، بہت سے مشکلات اور مسائل درپیش ہیں، منشیات کے پیداوار، عسکریت پسندانہ نظریات کی ترویج، عدم استحکام، جنگی جرائم اور لاقانونیت جیسے مسائل سے نمٹنا مشکل کام ہے، نیکولائی بورڈیوژہ کا کہنا تھا کہ 2014 میں اتحادیوں کی واپسی کے بعد ان مسائل اور مشکلات میں مزید اضافہ ہو جائے گا مگر وسطی ایشیا کے لئے خصوصی ایلچی رابرٹ بلیک نے کانگریس کی کمیٹی کے ارکان سے خطاب میں کہا کہ افغانستان سے وسط ایشیا کے ممالک خصوصاً ازبکستان کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔افغانستان میں اسلامی عسکریت پسندوں کی جانب سے وسط ایشیائی ممالک کو خطرہ لاحق نہیں، ہم ان ممالک کے ساتھ امداد دینے کا پروگرام بھی رکھتے ہیں تاکہ وہ اسلامی عسکریت پسندوں کا راستہ روک سکیں، افغانستان سے ملحق ممالک نے سرحدوں کی حفاظت کے لئے اضافی اہلکاروں کو تعینات کرنے اور ضروری فوجی وسائل کے انتظام کی تجاویز دے دی ہیں۔

یہ اندیشے ایک ایسے وقت میں ظاہر کئے جا رہے ہیں کہ امارت اسلامیہ کے ترجمان کی جانب سے کئی بار اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ امارت اسلامیہ برسر اقتدار آکر اپنی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں دے گی، بلکہ تمام ہمسایہ ممالک اور دنیا کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تعلقات قائم رکھیں گے۔

امارت اسلامیہ کی جانب سے دوستانہ پیغام اور تسلی بخش جواب دینے کے باوجود سابق سوویت یونین میں شامل ممالک کے بے بنیاد خدشات اور غلط اندیشے، شمالی اتحاد کے ساتھ عسکری تعاون اور امارت اسلامیہ کے خلاف صف بندی سفارتی تعلقات کی خلاف ورزی بھی ہے اور غلط پالیسی کا عکاس بھی۔ان ممالک کو چاہئے کہ وہ طالبان کے دوستانہ پیغام کا مثبت جواب دیں اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر افہام و تفہیم سے مسائل کا حل تلاش کریں۔

ہمسایہ ممالک کو یہ باور دیتے ہیں کہ امارت اسلامیہ ان شاء اللہ اپنے دعووں کی پاسداری کرے گی، وہ ایک با اعتماد حکومت کی حیثیت سے اپنے تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات برقرار رکھیں گے، چونکہ امارت اسلامیہ ایک وسیع تجربے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے اسلامی نظام کا نفاذ، اپنی عوام کی خدمت، ملک کا استحکام اور ترقی پر بھرپور توجہ دیں۔جنگ زدہ افغانستان جو کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے کو دوبارہ آباد کرنے میں کافی وقت لگے گا ان مسائل سے فوری توجہ ہٹا کر کسی دوسرے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت دانشمندانہ فیصلہ ہے اور نہ ہی کوئی عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرے گی، پھر وہ کیسے کسی دوسرے ملک کے لئے خطرہ رہے گا۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ شمالی اتحاد کے پرانے جرائم پیشہ عناصر دوبارہ اکٹھے ہو رہے ہیں اور وہ کولاب اور تاشقند سے مفادات حاصل کریں گے، وہ طالبان کی فتح سے خوفزدہ ہیں کیونکہ ان کے ذاتی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے، وہ لسانی تعصب کو ہوا دیکر طالبان کی فتح اور اسلامی نظام کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں، لیکن طالبان ان سازشوں کی پرواہ کئے بغیر اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستانہ ماحول میں اچھے تعلقات استوار کرنے کے خواہاں ہیں اور یہی بات ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔

غدارِ ملک و ملت!

ملا عبدالرحمن

جب بھی کسی قوم میں غدار، مردہ ضمیر اور ملت فروش لوگ جنم لیتے ہیں، تو وہ تباہی، بربادی اور ویرانی کا سبب بنتے ہیں۔ ان کے جرائم کی سنگینی انہیں قومی راہ سے بھٹکانے والوں سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اس کا اثر، جرم کی نوعیت کے اعتبار سے عشروں اور صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔ اس کی مثال ہسپانیہ، متحدہ و متفرق ہندوستان اور ترکی کے کمال اتاترک کے روپ میں واضح طور پر مل سکتی ہے۔ ہم مسلمان بہ حیثیت قوم اب تک ان غداریوں کے بھیانک انجام کا اثر سہہ رہے ہیں اور نہ جانے کب تک یہ دل فگار صورت حال ہم پر طاری رہے گی۔

اطلاعات کے مطابق افغانستان کے صوبہ بدخشان کے ضلع "وردوج" میں بے شعور کابل انتظامیہ نے ایک گھناؤنے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ مذکورہ ضلع کے گاؤں "اخشیری" کے 300 مکانوں کو ان کے مکینوں سے خالی کروالیا گیا ہے۔ نام نہاد افغان نیشنل آرمی نے اپنی پوٹلی سے اس کا بے سروپا اور بھدّا سا جواز یہ پیش کیا ہے کہ "اس گاؤں کو طالبان نے پناہ گاہ بنا رکھا ہے۔ جہاں سے نکل کر وہ "قومی اداروں" پر حملے کرتے ہیں۔ "ضلع وردوج کے گورنر دولت محمد خاور نے ذرائع ابلاغ کے سامنے اظہار خیال فرماتے ہوئے یہ بے ہودہ جواز پیش کیا کہ اس علاقے میں مجاہدین کی کمین گاہیں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے مقامی آبادی کو گاؤں بدری پر مجبور کیا گیا ہے تاکہ اس علاقے کو طالبان سے پاک کر دیا جائے۔

لیکن در حقیقت اس کی اصل وجہ یہ نہیں، جو موصوف "دولت محمد خاور" نے بیان کی ہے۔ بلکہ وہ کچھ اور ہے۔ دو ہفتے قبل کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کی نام نہاد نیشنل آرمی نے مذکورہ گاؤں پر بلا وجہ دھاوا بول کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا تھا، جس پر مجاہدین نے جوابی کاروائی کر کے منہ توڑ جواب دیا تھا۔ اس شدید مزاحمت نے بے بال و پر افغان فوج کے گِدھوں کو شدید جانی و مالی نقصان سے دوچار کر دیا تھا۔ اور یہ اسی کا رستا زخم تھا، جس کو وہ اب تک چاٹ رہے تھے۔ افسوس ناک بات یہ ہے کہ کج فطرت حکومت افغان نے آبادی کو علاقہ خالی کر کے 4 کلو میٹر دور چلے جانے پر مجبور کیا ہے۔ 300 گھرانوں کے مجموعی طور پر اوسطاً ایک ہزار اہل خانہ کو مجبور کیا ہے کہ وہ ضلعی مرکز چلے جائیں۔

خیال رہے سردیوں کی باقیات کے باعث مذکورہ علاقہ اب تک شدید ٹھنڈ اور برف باری کی لپیٹ میں ہے۔ جس کی وجہ سے علاقہ مکینوں کو شدید مشکلات اور مصائب کا سامنا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود دلچسپ، حیران کن اور تعجب خیز امر یہ ہے کہ کابل انتظامیہ کے پروپیگنڈہ مہم جوؤں نے منصوبہ، بلکہ یہ افواہ اڑائی ہے کہ اخشیری کے رہائشیوں کو علاقہ بدر کروانے والے طالبان ہیں۔

بے عقل دشمنوں نے یہ عجیب چلن اختیار کر رکھا ہے اور انہوں نے یہ نئی ریت اپنائی ہے کہ جو بھی ایسا کام، جس پر اہل نظر دنیا کی طرف سے آوازیں بلند ہوں اور انگلیاں اٹھنے لگیں، اس کو طالبان کے سر تھوپ دیا جائے تاکہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ لیکن یہاں مقام غور و فکر در حقیقت یہ ہے کہ طالبان کی بدنامی کے لیے افواہ سازوں کی طرف سے اڑائی جانے والی اس ننگ دھڑنگ افواہ سے پتہ چلتا ہے کہ کابل انتظامیہ کو خود اس حقیقت سے آشنائی ضرور ہے کہ ہم نے گاؤں خالی کروانے کا جو کام کیا ہے، یہ حقیقتہً قومی غیرت کے خلاف ہے۔ اور یہ ایک بہت بڑا سیاسی جرم بھی ہے۔ جس سے کرزئی کی توقع کے برخلاف طالبان کی پوزیشن کمزور کرنے کے بجائے خود کرزئی کا ڈگمگاتا مستقبل مزید تاریکی میں چلا جائے گا۔ اس افسوسناک واقعے کی وجہ سے سردی میں ٹھٹھرتے عوام کے دلوں میں کرزئی کے بارے میں نفرت کی سلگتی چنگاریاں اب دہک دہک کر آگ کا الاؤ بھڑکانے لگی ہیں۔ جس کا احساس انہیں خود بھی ہے۔ اس لیے اس جرم کی نسبت طالبان کی طرف کر دی ہے تاکہ اسی کی وجہ سے برسنے والے اہل ترکش کے تیر، طالبان کی طرف جائیں۔ سمجھا جا سکتا ہے یہ جرم افغان حکومت کے اندر احساسِ شرمندگی اور شعورِ حماقت پیدا کیے دے رہا ہے۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو افغان حکومت، فوج اور تمام قومی ادارے، جو امریکہ کے نمک خوار ہیں۔ ان کی اخلاقیات آخری حد تک بگڑ چکی ہیں۔ انہیں زندہ ضمیری کی خاصیت حاصل نہیں رہی۔ وہ قومی غیرت سے عاری ہو چکے ہیں۔ اسی وجہ سے آئے روز اس طرح کی گھناؤنی، گھٹیا اور بے ہودہ کارستانیاں کرتے رہتے ہیں، جن کا شمار سراسر "قومی جرائم" کی لسٹ میں ہوتا ہے اور باشعور

قومیں اس سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ چند روز قبل بھی مغربی نشریاتی ادارے بی۔بی۔ سی نے رپورٹ شائع کر کے انکشاف کیا تھا کہ امریکی تربیت یافتہ افغان فورسز جرائم پیشہ افراد کا ٹولہ بن گئیں ہیں۔ بی بی سی نے ان کے شرم ناک تاریک جرائم پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا ہے کہ امریکہ کی تربیت یافتہ افغان فورسز اغوا برائے تاوان، لوٹ مار اور نو عمر خوبصورت لڑکوں سے جنسی زیادتی جیسے سنگین جرائم میں ملوث ہیں۔ افغان فوجی اکثر اوقات نشے میں دھت رہتے ہیں اور بے وجہ بے گناہ شہریوں پر تمیز کئے بغیر اندھا دھند فائرنگ کر دیتے ہیں۔ بی بی سی کے پروگرام "پینوراما" کی مذکورہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان میں امریکی تربیت یافتہ پولیس کمانڈر نو عمر لڑکوں کو قید کر کے انہیں جنسی زیادتی کا نشانہ بناتے ہیں۔ اگر کوئی لڑکا فرار ہونے کی کوشش کرے تو اہلکاران کو گولیوں سے بھون کر رکھ دیتے ہیں۔ ہلمند میں امریکی فوجی، مشیر کے طور پر موجود ہیں اور وہ بھی افغان فورسز کی ان نازیبا حرکتوں سے نالاں ہیں۔ امریکی فوج کے میجر جنرل اسٹیو ورنے فرار ہونے والے لڑکوں کے قتل کے معاملے پر بات کی تو ڈپٹی چیف پولیس نے دعویٰ کیا کہ یہ لڑکے خود افغان فورسز کے اڈوں پر رہنا پسند کرتے ہیں۔ امریکی میجر اسٹیو ورنے مذکورہ ڈپٹی چیف کی جانب اشارۃ کہا کہ ہم جانتے ہیں یہ لڑکوں کے اغوا اور لوگوں کو لوٹنے میں ملوث ہے۔ بی بی سی کے رپورٹر بین اینڈرسن کا کہنا تھا کہ "افغان فورسز" بدترین جرائم پیشہ افراد کی طرح رویہ اپنائے ہوئے ہوئے ہیں۔ جب کہ دلچسپ صورت حال اور تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ امریکی وزیر دفاع فلپ ہو مونڈ نے افغانستان کا دورہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا کہ غیر ملکی انخلا کے بعد افغان افواج ملک کا انتظام سنبھالنے کے لیے تیار ہیں۔

قارئین! یہ اصل چہرہ ہے اس افغان فوج کا، جو امریکہ کا پرواز میں کوتاہی پیدا کرنے والا رزق کھا کر جوان ہوئی ہے۔ ظاہر ہے جیسا رزق کھایا ہے اس کے ثمرات بھی اسی طرح کے نکلنے تھے۔ خنزیر، کتے، بلی اور چوہے کو خوراک کے طور پر استعمال کرنے والوں سے تربیت لینے والے بھی ویسی ہی حرکتیں کریں گے، جیسی خنزیر، کتے، بلی اور چوہے کرتے ہیں۔ بے حیائی، بے غیرتی، بے شرمی اور بے مروتی والی گھٹیا حرکتیں انہی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ کی طرف سے ان جانوروں کو کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اٹل حقیقت تاریخ کے صفحات پر درج ہے کہ جو قوم اپنی لگام اور زمام اقتدار کسی ایسی قوم کے حوالے کردے، غلامی اختیار کر لے اور ضمیر فروخت کردے، جو اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو، ماں، بہن، بیٹی اور بیوی، گرل فرینڈ کی تمیز سے عاری، شہوت رانی کی رسیا ہو، وہ غلام قوم بھی اسی حاکم قوم کے رنگ میں رنگ جاتی ہے۔ اسی جیسی عادتیں اپنا لیتی ہے۔ اسی جیسی معاشرت اختیار کر لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کرزئی ٹولے کے ساتھ جن لوگوں نے بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر امریکی اور مغربی غلامی کو اختیار کر رکھا ہے وہ اسلامی اور افغانی معاشرے سے کٹ کر رہ گئے ہیں۔ کچھ دن قبل افغان صدر کی اہلیہ ڈاکٹر زینت کرزئی نے انٹرویو میں میری اس بات کی تصدیق کر دی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ "پردہ افغان روایات کا حصہ نہیں ہے۔ افغان ثقافت میں پردے کا کوئی وجود نہیں ہے اور جو کوئی لیتا ہے وہ اپنی مرضی سے ایسا کرتا ہے۔"

افغان خاتون اوّل نے امریکی معاشرت سے مرعوب ہو کر اور اس کی تقلید کر کے ایک بہت ہی بڑی حقیقت سے آنکھیں چرالی ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ پردے کو اسلام اور افغان اسلامی معاشرت و ثقافت کا ایسا جز قرار دے دیا ہے، جس کا کبھی اس خطے سے تعلق نہیں رہا ہے۔ افغان خاتون اول نے امریکی شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا کار بد انجام دے کر خود کو قومی مجرموں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یقیناً ایسا کام وہی کر سکتا ہے جس کا ضمیر مردہ اور غیرت عنقا ہو اور وہ پرلے درجے کا غدار ملت و ملک ہو۔ ڈاکٹر زینت کرزئی کی باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ امریکی اور مغربی عریاں معاشرت سے بہت زیادہ مرعوب ہو گئی ہیں۔ انہیں عورت کو تحفظ فراہم کرنے والا اسلامی لباس پسند نہیں ہے۔ گویا وہ بے حیاء تہذیبِ مغرب کے کالے سمندر میں غرق ہو کر رہ گئی ہیں۔ افغانستان کی تاریخ آزادی کے مردِ حریت اور ستعارۂ حمیت "سردار میر ویس' کے عظیم نام پر اپنے اکلوتے بیٹے کا نام رکھنے والی اہلیہ صدر حامد کرزئی ڈاکٹر زینت کرزئی نے ذہناو جسماً مغرب کی غلامی اختیار کر کے یکسر متضاد طور پر خود کو استعارۂ ہزیمت بنا ڈالا ہے۔ ان کی سوچ میں اتنا بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے کہ انہوں نے برقع پوش افغان خواتین کو اسلامی ثقافت سے میل کھاتے افغان معاشرے سے کاٹنے کی جسارت کی ہے۔

لہذا ایسے غلام لوگوں کو کسی طرح کا کوئی حق، استحقاق اور جواز نہیں ہے کہ وہ حریت پسند اسلام پرست اور اپنا جہاں خود بنانے اور بسانے والی قوم پر حکمرانی کریں۔ بھلا غلام بھی آزاد کا حاکم بن سکتا ہے؟! سنجیدہ اور آزاد معاشرے تو ایسے غلاموں کو حکمرانی کا کوڑا اٹھانے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔ صدر حامد کرزئی اور ڈاکٹر زینت کرزئی کلی طور پر افغانستان کے حکمران بننے کے اہل نہیں ہیں۔ افغانستان کے کوہسار تو شاہینوں کے بسیرے کے لیے بنے ہیں، وہاں کی آزاد فضا میں گِدھوں کے اڑانیں تعجب خیز ہیں!

آباد و آزاد قوموں کو دعا کرنی چاہیے کہ " : خدا ہمارے اندر کسی غدار کو پیدا نہ کرے اور اس کے ساتھ ساتھ غداروں کے خلاف دوا بھی کرنی چاہیے تاکہ وہ برباد ہونے سے بچ جائیں۔

*****

صوبہ فراہ کی صورتحال پر جہادی مسئول مولانا امین اللہ صاحبزادہ سے گفتگو

انٹرویو: ابو عابد

فراہ سے جارحیت پسندوں کے نکلنے سے مجاہدین کا رسوخ اور بھی بڑھ گیا ہے

صوبہ فراہ

صوبہ فراہ افغانستان کے مغرب میں واقع ہے۔اس کے مغرب میں پڑوسی ملک ایران، شمال میں ہرات، جنوب میں نیمروز اور مشرق میں صوبہ ہلمند اور غور کے مضافاتی علاقے واقع ہیں۔اس صوبے کے اکثر علاقے ریتلے صحراء ہیں۔آبادی والے علاقے بہت کم ہیں۔حالیہ گنتی کے مطابق اس صوبے کی آبادی 458500افراد پر مشتمل ہے ۔انسانی آبادی کی یہ تعداد 48471مربع کلو میٹر رقبے کی زمین کے مقابلے میں انتہائی کم بتائی جاتی ہے صوبے کے مرکزی شہر، شہر فراہ کے علاوہ 10اضلاع ہیں۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

بالا بلوک، گلستان، پشت رود، بکوانا، انار درہ، پرچمن، خاک سفید، قلعہ کاہ، لاش وجوین، شیب کوہ، فراہ رود

جہادی مسئول کا تعارف:

صاحبزادہ مولانا امین اللہ کا تعلق صوبہ قندہار ضلع سپین بولدک سے ہے ۔ابتدائی دینی تعلیم کا آغاز انہوں اپنے گاؤں کی مسجد سے کیا۔ ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد افغانستان کے مختلف مدارس اسی طرح پاکستان کے بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے صوبوں میں مختلف مدارس سے اکتساب علم کیا۔ موقوف علیہ تک پڑھنے کے بعد انہوں نے بقیہ زندگی جہاد کی خدمت میں گزاری ۔ امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں تخار، بادغیس، بامیان اور غوربند کے محاذوں پر رہے۔ وقتاً فوقتاً انتہائی اہم ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد انہوں نے مسلح جہاد کا آغاز کیا۔وہ گزشتہ نو سالوں میں بولدک کے عمومی مسئول، شوراوک کے عمومی مسئول اسی طرح صوبہ قندہار کے عمومی مسئول رہے اور مقدس جہاد کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ گزشتہ چند سالوں کے بعد صوبہ فراہ کے عمومی جہادی مسئول کی حیثیت سے ان کی تعیناتی عمل میں لائی گئی تاحال اسی عہدے پر جہادی خدمت میں مصروف ہیں

سوال :

سب سے پہلے صوبہ فراہ میں ہونے والی حالیہ تبدیلی پر تھوڑی سی روشنی ڈالیں؟

جواب:

صوبہ فراہ میں گزشتہ سال اور حالیہ مہینوں میں جہاد کی برکت سے بہت سی اہم تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔ جن سے مجاہدین کا مورال و حوصلہ بہت بلند ہوا ہے انہیں نقل وحرکت اور کارروائیوں میں انتہائی آسانیاں میسر ہوئی ہیں۔دشمن نہایت شکست خوردہ حالت میں ہے۔

سب سے اہم تبدیلی اس ملک سے خارجی فوجیوں کا انخلاء اور فرار ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں پہلے اس صوبے کے مرکز اور تقریباً تمام اضلاع میں امریکی، اطالوی اور ڈنمارک کی جارحیت پسند فوجیں وسیع پیمانے پر موجود تھیں۔انہوں نے مختلف علاقوں میں انتہائی مضبوط بیس اور بنکر بنائے ہوئے تھے اور ہر وقت مجاہدین کے ساتھ جنگوں میں مصروف رہتے۔ مگر گزشتہ سال کے دوران خارجی فوجی فراہ کے مرکز اور ضلع فراہ رود کے علاوہ تمام اضلاع سے مکمل طور پر نکل گئے ہیں۔اپنے پختہ بیس گرا کر یا ویسے ہی چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ ضلع فراہ رود اور مرکزی شہر میں بھی بس ایک، ایک بیس کیمپ موجود ہے۔ یہ بیس کیمپ مجاہدین کے حملوں سے دفاع کی سکت نہیں رکھتے۔ ان شاء اللہ موسم بہار کے آغاز کے ساتھ نئے آپریشن میں امید ہے بقیہ بیس کیمپ بھی ختم ہوجائیں گے۔امریکیوں کے انخلاء سے فراہ میں بہت بڑی تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔ تمام علاقے مکمل طور پر آزاد ہوگئے ہیں۔خاک سفید، بالا بلوک، پشت رود، فراہ رود، گلستان، بکوا اور دیگر اضلاع کے مرکزی علاقوں کے علاوہ جہاں چند سرکاری دفاتر دشمن کے قبضے میں ہیں باقی تمام علاقے مکمل طور پر خالی ہوگئے ہیں۔ مجاہدین ہر طرف آزادانہ گھوم پھر سکتے ہیں۔وہاں جارحیت کا کوئی اثر نہیں ہے۔

سوال:

آپ نے مختلف علاقوں کی آزادی کی بات کی۔اس حوالے اگر کچھ تفصیلی معلومات دی جائیں کہ کن علاقوں سے کتنے خارجی جارحیت پسند نکلے ہیں

اور کتنے علاقے فتح ہوئے ہیں؟

جواب:

گذشتہ چند مہینوں میں ضلع بکوا سے خارجیوں کے تین اڈے ختم ہو گئے ہیں۔اور وہاں موجود سارے فوجی بھاگ گئے ہیں۔اسی طرح نیشنل آرمی کا بھی ایک اڈا ختم ہوا ہے۔ ضلع بکوا میں اب صرف مرکز میں دشمن موجود ہے۔ ہرات قندہار شاہراہ جو اس ضلع سے ہو کر گذرتا ہے اب مجاہدین کی نگرانی میں ہے۔ مجاہدین جب بھی چاہیں دشمن کے لیے اسے بند کر سکتے ہیں۔اب دشمن کی فوجیں آسانی سے یہاں سے نہیں گذر سکتیں۔ ضلع بالا بلوک سے بھی خارجی اور ملکی فوج کے 2،2 اڈے ختم ہو گئے ہیں۔اس ضلع میں بھی صرف مرکز اور بڑی شاہراہ پر چند چیک پوسٹیں باقی ہیں بقیہ سارے علاقے مکمل آزاد ہیں۔

خاک سفید، فراہ رود اور پشت رود کے اضلاع سے بھی مجموعی طور پر 4 بیس ختم ہو گئے ہیں اور دشمن کا وجود سمٹ کر صرف مرکزی علاقوں تک آ پہنچا ہے۔ صرف فراہ رود میں ابھی ایک بیس قائم ہے۔ ضلع گلستان بھی مکمل طور پر خالی ہو چکا ہے، ملکی فوجی یہاں محاصرے میں ہیں، انہیں راشن بھی فضائی راستوں سے پہنچایا جاتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان شاء اللہ آئندہ موسم بہار میں یہ علاقے مکمل طور پر دشمن کے وجود سے پاک ہو جائیں گے۔ فراہ کے مشرقی ضلع "پرچمن" کا کمشنر یہاں کا سابقہ جنگجو کمانڈر تھا جو یہاں کے عوام پر سخت مظالم ڈھاتا تھا۔ حتی کہ امارت اسلامیہ کے سابقہ دور حکومت میں بھی یہ علاقہ فتح نہیں ہو سکا تھا۔ کچھ عرصہ پہلے یہ ظالم کمانڈر مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہو گیا۔اس کے قتل سے پرچمن میں بہت بڑی تبدیلیاں آ گئیں ہیں مجاہدین کی سرگرمیاں علانیہ طور پر ہونے لگیں۔ فراہ کے مغربی اضلاع جیسے انار درہ، قلعہ کاہ، اور دیگر اضلاع جو ایران سے متصل سرحد پر واقع ہیں وہاں شروع سے امریکی موجود نہیں تھے۔اس لیے وہاں سے ہمیں کسی قسم کی تشویش نہیں تھی۔

سوال:

افغانستان کے کچھ علاقوں میں امریکیوں نے بیس اس لیے تعمیر کروائے تھے کہ جب تک خود وہاں موجود ہیں اربکیوں اور محلی پولیس کے نام سے اپنی مزدور فوج پیدا کرتے رہیں۔جو ان کے جانے کے بعد انہیں کا سپرد کیا ہوا کام کرتے رہیں۔ فراہ میں کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ امریکیوں کے نکلنے کے بعد داخلی فوجیوں یا اربکیوں نے ان بیسز پر قبضہ کیا ہو؟

جواب:

نہیں پورے صوبہ فراہ میں صرف صوبائی مرکز کے مضافات میں کچھ اربکی پیدا ہوئے ہیں۔ دیگر اضلاع میں ایسی کوئی مشکل نہیں ہے۔انہوں نے مذکورہ اضلاع میں گذشتہ چند سالوں میں بہت کوششیں کیں کہ مزید لوگوں کو اربکی بنائیں لیکن کامیاب نہ ہو سکے اس لئے کہ یہاں کے عوام نے ان کے اس اقدام کی مخالفت کی اور کسی قسم کا تعاون نہیں کیا۔انہوں نے اس حوالے انتہائی تشدد سے بھی کام لیا۔ یہاں تک کہ بالا بلوک کے علاقے شیوان میں ایک مرتبہ 70 قبائلی عمائدین اور معمر افراد کو صرف اس لیے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا کہ انہوں نے اربکی سازی کے پروگرام میں امریکیوں سے تعاون نہیں کیا۔ دیگر علاقوں میں انہوں نے لوگوں کو سخت اذیتیں دیں مگر اس بات پر تیار نہ کر سکے کہ انہیں اسلحہ تھما کر مجاہدین سے لڑا دیں۔اس لیے وہ مایوس ہو گئے۔ فراہ میں محض بالا بلوک کے ایک علاقے میں انہوں نے کچھ اربکی پیدا کیے۔ مگر امریکیوں کے جانے کے بعد وہ سب مجاہدین سے آ کر مل گئے۔ درجنوں میں ہلکا اور بھاری اسلحہ ایک ٹینک، اور چند رینجر گاڑیاں بھی مجاہدین کے حوالے کر دیئے۔ فراہ کے دیگر علاقوں میں بھی دشمن کے انخلاء سے دشمن کے افراد تیزی سے مجاہدین کے ساتھ مل رہے ہیں۔ مجموعی طور پر 100 سے زیادہ افراد دعوت وارشاد پروگرام کے تحت گذشتہ چند مہینوں میں فراہ میں دشمن کی صفوں سے نکل کر مجاہدین سے مل گئے ہیں۔ فراہ میں جن علاقوں سے دشمن کے فوجی نکلتے رہے وہ علاقے مجاہدین کے ہاتھ آتے رہے الحمدللہ مرکز کے علاوہ کسی بھی علاقے میں اربکیوں کا کوئی مسئلہ سامنے نہیں آیا۔

{یاد رہے اربکی وہ کرائے کے فوجی ہوتے ہیں جو افغان عوام ہی میں سے لیے جاتے ہیں مگر ان کی براہ راست نگرانی امریکی فوج کرتی ہے۔ سہولیات، اسلحہ اور تنخواہیں اور مراعات وغیرہ امریکی فوج کی جانب سے انہیں دی جاتی ہیں، ادارہ}

سوال:

2012 میں جہادی کارروائیاں کیسی تھیں اور آئندہ کے لیے آپ کے توقعات کیا ہیں؟

اس کے علاوہ اکثر علاقوں میں علاقے کے لوگوں کی مرضی سے قومی عمائدین اور علماء کی شورائی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں جو علاقائی سطح پر مسائل اور جھگڑوں کے فیصلے کرتی ہیں۔ مجاہدین کو بھی اچھے اچھے مشورے دیتے ہیں۔اور باہمی افہام و تفہیم سے تمام معاملات آگے بڑھاتے ہیں۔ عوام کے ساتھ اس قریبی افہام و تفہیم کی بدولت ہی ہم لوگوں کی خوشحال اور پر امن زندگی کے لیے حالات ٹھیک کر سکتے ہیں۔ صوبہ فراہ کٹھ پتلی حکومت کے دور میں چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، اغواء برائے تاوان اور دیگر جرائم کا علاقہ سمجھا جاتا تھا۔اب مجاہدین کے دور حکومت میں لوگ مکمل امن وامان کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔

جواب:

گذشتہ 2012سال میں صوبہ فراہ میں جہادی کارروائیاں ہماری توقعات سے زیادہ اچھی تھیں۔ یہ سال بڑی فتوحات کا سال تھا۔اس سے پہلے یہاں کے عوام اور مجاہدین کو بڑے بڑے مسائل کا سامنا تھا۔اس لیے امریکی اور دیگر غاصبوں کی کارروائیاں زیادہ تھیں۔ مگر 2012میں امریکی بھاگنا شروع ہوگئے۔فراہ سے ان کے بہت سے کیمپ ختم ہوگئے۔اب صوبہ فراہ کے مجاہدین اور عام لوگ گذشتہ سالوں کی بہ نسبت اچھی حالت میں ہیں۔اکثر علاقے آزاد ہوگئے۔اور عوام سے جارحیت کا سایہ اٹھنے لگا۔ چھاپے، تشدد، بمباریاں، تلاشیاں اور خارجیوں کے مظالم اکثر علاقوں میں ختم ہوگئے۔ مجاہدین کے حوصلے پہلے کی بہ نسبت بہت بلند ہیں۔اب پھر سے آئندہ سال کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔اس کے مقابلے میں دشمن ماضی کی بہ نسبت سب سے زیادہ بری حالت میں ہے۔جنگ اور مقابلے ہمت وہ ہار چکے ہیں اور صرف اپنی جان بچانے کی فکر میں ہیں۔ دشمن کے افراد پے درپے ہتھیار ڈال رہے ہیں۔ دشمن اپنے مراکز میں محصور ہے۔ گذشتہ سال بھی ہماری کارروائیاں بہت اچھی تھیں، دشمن کے نقصانات زیادہ اور ہمارے نقصانات انتہائی کم تھے۔پورے سال میں کوئی قابل ذکر نقصانات نہیں ہوئے۔آئندہ کے متعلق بھی ہم اللہ تعالی سے امید رکھتے ہیں کہ آئندہ سال بھی فتوحات اور کامیابیوں کا سال ہوگا۔گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی اللہ کی نصرت سے ایسی فتوحات مجاہدین کو ملیں گی جو ان کی امیدوں سے بھی بڑھ کر ہوں گی۔ان شاءاللہ۔

سوال :

آپ نے کہا تھا کہ صوبہ فراہ کے اکثر علاقے آزاد ہوگئے ہیں۔تو ان علاقوں سے دشمن کے فرار کے بعد کون سا حکومتی نظام سامنے آیا ہے؟

جواب :

آپ جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ ایک مکمل حکومتی نظم ونسق کا نام ہے۔جو عسکری ونگ کی طرح دیگر تشکیلات قضاء، تعلیم اور تربیت، دعوت وارشاد اور نگران کمیشنز بھی رکھتا ہے۔فراہ میں بھی تمام علاقوں میں ہماری مذکورہ تشکیلات موجود ہیں۔

اس کے علاوہ اکثر علاقوں میں علاقے کے لوگوں کی مرضی سے قومی عمائدین اور علماء کی شورائی کمیٹیاں بنائی گئی ہیں جو علاقائی سطح پر مسائل اور جھگڑوں کے فیصلے کرتی ہیں۔مجاہدین کو بھی اچھے اچھے مشورے دیتے ہیں۔اور باہمی افہام وتفہیم سے تمام معاملات آگے بڑھاتے ہیں۔ عوام کے ساتھ اس قریبی افہام وتفہیم کی بدولت ہی ہم لوگوں کی خوشحال اور پرامن زندگی کے لیے حالات ٹھیک کرسکتے ہیں۔صوبہ فراہ کٹھ پتلی حکومت کے دور میں چوری، ڈاکہ زنی، لوٹ مار، اغواء برائے تاوان اور دیگر جرائم کا علاقہ سمجھا جاتا تھا۔اب مجاہدین کے دور حکومت میں لوگ مکمل امن وامان کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ چوروں کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا۔اور جن علاقوں میں پیدا ہوگئے تھے بہت جلد عوام کے تعاون سے مجاہدین نے انہیں گرفتار کیا اور انہیں سزا دی گئی۔اب بھی صرف فراہ کا مرکز اور اس کے ساتھ ملحقہ علاقے ہیں جہاں سے ہر دن چوریوں اور دیگر جرائم کی رپورٹیں ملتی رہتی ہیں۔اسی علاقے میں اربکیوں اور پولیس کی حکومت ہے جس سے عوام کی زندگی انتہائی مشکلات کا شکار ہوگئی ہے۔صوبہ فراہ کا سیکیورٹی سربراہ صمد خان نامی سابقہ کیمونسٹ آدمی ہے جو ہماری معلومات کے مطابق اغواء اور چوریوں کا اپنا خصوصی نیٹ ورک رکھتا ہے۔جو ہرات اور فراہ کے مرکزی شہروں میں بڑے تاجروں اور صاحب ثروت افراد کے بیٹوں کو اغواء کرتا ہے اور تاوان کے بدلے رہا کردیتا ہے۔لیکن ان کی یہ کارروائیاں ان علاقوں میں جاری ہیں جو حکومت کے زیر اقتدار ہیں۔مجاہدین کے علاقوں میں وہ کسی قسم کی چوری اور اغواء کاری نہیں کرسکتے۔

سوال : چند ماہ قبل ایسا کہا جارہا تھا کہ امریکیوں نے بالابلوک کے ضلع میں عام لوگوں کی کھیتیوں اور باغات کو شدید نقصان پہنچایا تھا۔اس حوالے سے معلومات دی جائیں؟

جواب :

کیوں نہیں، ضلع بالابلوک کا علاقہ شیوان شاہراہ کے کنارے واقع ہے۔مجاہدین کے نفوذ کا ایک اہم علاقہ سمجھا جاتا ہے۔اس علاقے میں دشمن کی کانوائے پر ہمیشہ مجاہدین کے حملے ہوتے ہیں۔انہیں بار بار بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔امریکیوں اور داخلی فوجیوں کے لیے ہرات قندہار شاہراہ رسد کی فراہمی کی وجہ سے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔دشمن اس علاقے میں مجاہدین کے حملوں سے بہت تنگ آگیا۔انہوں نے یہاں بار بار آپریشن کیے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔بالآخر دشمن نے ایک ظالمانہ قدم اٹھایا اور اس سال فروری میں ایک آپریشن کا آغاز کیا جس میں شاہراہ کے قریب واقع لوگوں کے گھروں، باغات اور کھیت وکلیان سب ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔بڑی تعداد میں ملکی وغیر ملکی فوج، بلڈوزر اور دیگر چھوٹے بڑے وسائل کی مدد سے یہ آپریشن کیا گیا۔لوگوں کے بہت سے باغات، کھیت اور صاف پانی کے نالے تباہ کردیے گئے۔دشمن چاہتا تھا یہاں بھی قندہار کے ضلع ژڑی اور پنجوائی کی طرح اپنی سیکیورٹی کے لیے عوامی تباہی کی جائے۔مگر بعد میں عوام اور مجاہدین کی جانب سے سخت مقابلے کا آغاز ہوا اور ان پر پے درپے کچھ کامیاب حملے ہوئے۔یہاں تک کہ دشمن پھر بھاگنے پر مجبور ہوا اور ان کے بنائے ہوئے منصوبے ادھورے رہ گئے۔

✓✓✓✓✓

علم تو روشنی ہے!

محمد فرہاد جانباز

ماہرین کا خیال ہے کہ عراق، بمباری اور گولہ باری سے اتنے شدید نقصان سے دوچار نہیں ہوا جتنا نقصان سائنسدانوں، پروفیسرز، ٹیچرز اور پیشۂ تعلیم سے منسلک افراد کے اغوا اور قتل سے ہوا ہے۔ اس عظیم نقصان کی وجہ سے عراق پچاس سال پیچھے چلا گیا ہے۔ اب اگر عراق کو اس جنگ سے پہلے والی بہترین حالت میں لوٹنا ہو تو اسے مزید اگلے پچاس سال تک بھرپور محنت کرنا ہوگی۔

امریکہ نے جب عراق پر ناجائز حملہ کیا تھا تو اس کا سب سے بڑا ہدف ہائی ٹیکنالوجی سینٹرز کے بعد تعلیم اور تعلیم گاہیں تھیں۔ یہ امر عراق کے لیے ایک بے مثال المیہ تھا کہ اس کی نیشنل لائبریری سمیت میوزیم کی نادر کتابیں، مخطوطات اور قابل قدر علمی ورثے کے علاوہ آثار قدیمہ کے بہترین نمونے چرا کر تباہ کر دیئے گئے تھے۔ عراق کے لیے یہ سانحہ، ناقابل تلافی ہے۔ یہ خبریں بھی بازگشت میں تھیں کہ ایک منظم سازش کے تحت عراق کے اعلیٰ دماغوں کو منصہ شہود سے کرۂ غیاب میں منتقل کیا جارہا ہے۔ اب یہی کھیل افریقی ملک مالی میں کھیلا جارہا ہے۔ چند دن قبل کی خبر کے مطابق فرانسیسی فوج نے جان بوجھ کر وہاں کی نادر و نایاب علمی اور تحقیقی کتب کی لائبریری پر بم باری کر کے اسے تباہ کر دیا ہے۔ قریب تین دنوں تک جلی کتابوں کا دھواں صلیب پرستوں کی کھلی اسلام دشمنی کا پھریرا لہراتا رہا تھا۔ جب کہ جو کتابیں آگ کا ایندھن بننے سے بچ گئی تھیں ان پر سدا کی عادی چور، فرانسیسی فوج نے ہاتھ صاف کر لیے۔

اسلام دشمن طاقتیں چاہنا تو در کنار، ایک لمحے کے لیے یہ بات برداشت نہیں کر سکتیں کہ آسمانی وحی سے اخذ کیے جانے والے ہمہ گیر اور ہمہ جہت علوم کو پھیلا کر امن و آشتی کا پیام بر، اسلام اور اہل اسلام کی ترقی کی منزل کو پالیں۔ اسی لیے وہ طرح طرح کی مذموم اور بھونڈی کوششیں ہر دم کرتی رہتی ہیں۔ اب اسی کی ستم گری کا تختۂ مشق غم آشنا بغداد کے بعد جنگ آشنا کابل بنا ہوا ہے۔

طالبان نے اپنی نمو داری، اٹھان اور سقوط تک کے سات سالہ دورانیے میں بہت ہی محنت سے چمن افغان میں وہ دیدہ ور پیدا کر دیا تھا، جس کے لیے نرگس کئی برسوں سے اس بے نوری پر رو رہی تھی۔ روسی انخلا کے بعد عالمی سازشیوں اور ملکی نادانوں کی کارستانیوں سے پیدا ہونے والی خانہ جنگی نے جہاں زندگی کے اور شعبوں کو برباد اور تباہ کر کے رکھ دیا تھا، وہیں علم کے دیے کو تیل مہیا کرنے والی تعلیم گاہیں بھی آشیانۂ بوم بن چکی تھیں۔ اور یہ کیفیت اس افسوس ناک منظر کی بھرپور غمازی کر رہی تھی جس میں وطن کی ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہوتا ہے۔

طالبان نے اپنی انقلابی تحریک کا رخ تعلیم کی جانب بھی موڑا اور کٹھن حالات میں کیے گئے تعلیمی اقدامات نے چہار سُو علم و عرفان اور شعور و آگہی کی مسحور کن ہوائیں چلادی تھیں۔ کابل یونیورسٹی کو طالبان نے فعال کیا۔ باہمی کشمکش کے دور میں وہاں تعلیم صفر فیصد ہو کر رہ گئی تھی۔

خانہ جنگی کے جن نے غربت کا آسیب بھی پھیلایا تھا۔ اسی لیے مقامی یا غیر مقامی، دونوں طرح کے طلباء کی تعلیم مفت تھی۔ رہائش، کھانا اور علاج سمیت نصابی کتب کی فراہمی امارت کی طرف سے ہوتی تھی۔ وہاں مقرر کیے جانے والے اساتذہ کو معقول تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ امارت کی وزارت تعلیم کی عملی کوششوں سے ہر صوبے میں ایک کالج اور ہر ضلع میں مدرسے اور اسکول کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ خصوصی طور پر جو توجہ اور اہمیت کابل میں قائم کیے جانے والے "جامعہ فاروقیہ" کو حاصل تھی۔ وہ اہل دنیا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تاریخ کے جھروکوں سے آنے والی معلومات کے مطابق پہلے ہی تعلیمی سال میں ہزاروں تشنگانِ علم اس چشمۂ آگہی پر آن وارد ہوئے تھے۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ امارت نے اپنے بہت ہی قلیل ذخیرۂ بیت المال کے باوصف کل قومی بجٹ کا 20 فیصد حصہ شعبۂ تعلیم کے لیے مختص کر رکھا تھا۔ جس کا میٹھا ثمر کچھ ہی عرصے میں پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے لذت آور ذائقے سے اپنے حیران

C.I.A نے افغان خفیہ ایجنسی کو کامیاب بنانے کے لیے اسد اللہ خالد، جس سے پورا افغانستان نفرت کرتا ہے، کو منظر عام پر لاکر "خاد" کا سربراہ مقرر کیا۔ اس کے اور کارہائے نمایاں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صوبہ نورستان کے ضلع "وانت وایگل" کے علاقے ژنچیگل میں ایک رات مقامی اسکول میں دستیاب قرآن پاک اور دوسری دینی و عصری کتابوں کو ایک جگہ جمع کر کے آگ لگادی۔ بعد ازاں پورے اسکول کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنادیا۔ اور بہ مطابق ٹیڑھی فطرت، الزام طالبان پر دھر کر بدنامی کا سامان پیدا کیا۔ جس پر امارت نے شدید رد عمل کا اظہار کیا جب کہ عوام نے بھی اپنے مظاہروں اور احتجاجوں میں اس قبیح حرکت پر واضح الفاظ میں کہا :

" یہ کام استخباراتی لونڈوں (خاد اہل کاروں) نے کیا ہے تاکہ ہم اسے ان کے الزام کے مطابق طالبان کی حرکت باور کر کے ان سے بدظن ہوجائیں۔ "

اور پرائے پریشان ہوگئے۔ غیروں کو باطنی مرضِ عداوت کی وجہ سے اس کی مٹھاس بھی کڑواہٹ معلوم ہوتی تھی۔ اس کی دو بنیادی وجوہات تھیں ۔ پہلی یہ کہ وہ نظام تعلیم سراسر اسلامی مزاج اور مذاق کے موافق تھا۔ جس میں سقراط، افلاطون، لینن، ماؤزے تنگ اور اسٹالن کے نظریات کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔ دوسری وجہ، جو پہلی سے بھی زیادہ اہم ہے، وہ تھی غیر مخلوط درسگاہیں !اس چیز نے مغرب کے بزرگوارِ سازش ساز کو سٹھیا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لیے پروپیگنڈے کی تند و تیز ہوائیں چلا کر اس دیے کو گل کرنے کی کئی ناپاک جسارتیں کی گئیں۔

امریکہ نے افغانستان میں اتر کر تعلیم کے حوالے سے خصوصی کمیشن تشکیل دے کر اپنی حاسدانہ مہم کو غذا فراہم کی تھی۔ امریکہ نے امارت کی قائم کردہ عصری و دینی تعلیم گاہوں پر وحشیانہ طرز عمل کے ذریعے ویرانی اور اُجاڑ کے مصائب کا دروازہ کھولا۔ اس نے اپنے علم دوست ہونے کا ثبوت اس طور پیش کیا کہ کالجز، اسکولز اور انسٹیٹیوشنز کے نام سے بڑی بڑی عمارتیں بنا کر انہیں میڈیا کے ذریعے دنیا کے سامنے شو کیا۔ ان پر اسکولوں کے نام کے بورڈ لگا کر نصف درجن اساتذہ اور ڈیڑھ دو درجن شاگرد پیدا کر کے تعلیم فراہمی کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کردیا۔ جب طالبان نے پلٹنے کے بعد ذرا سنبھل کر رد عمل کا مظاہرہ کیا تو امریکی میرینز نے انہی اسکولوں کو فوجی بیرکوں کے طور پر استعمال کرنا شروع کردیا۔ پھر طالبان نے امریکی ٹھکانے بنادیے جانے والے ان اسکولوں کو اپنی زد میں لیا تو ملکۂ ازابیلا کی شیطانی اولاد نے واویلا کرڈالا کہ..... "اجڈ، گنوار اور جاہل طالبان نے تعلیمی مراکز پر حملے کرکے اپنے علم دشمن ہونے کا ثبوت فراہم کردیا ہے۔ وہ اپنے زمانہ قدیم کے نظریات کو اس جدید نسل میں منتقل کر کے قدامت پرستی والا مزاج پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا ایسے جدت مخالفوں کو گلوبل ولیج میں رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے"۔ جس پر کفر، آسمان سر پر اٹھاکر فساد کا ایک نیا جہان پیدا کرنے میں لگ گیا۔

دراصل امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کا نظام قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نظام کا خمیر زمین کے اس حصے سے اٹھایا گیا تھا، جہاں کرسٹوفر کولمبس کے ناپاک قدم پڑے تھے۔ اس نظام کا صُور یہودیت پھونکنے کے لیے سینگ بھی کج فطرت اسرائیلی بھیڑوں کا ہی چاہیے تھا۔ اسی راگنی کا اثر تھا کہ ہمارے ناسمجھ مسلمان بھائی خوشامدانہ روش اختیار کرکے امریکہ کے تعلیم کے نام پر روشن کیے ہوئے چراغوں تلے عین پیندے کے ساتھ چپک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جہاں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے۔ اور یہی شب کے سفاک قاتل مغربی دنیا کا وہ ہتھیار ہے جس سے وہ مسلمان تشنگانِ شعور کو راہِ راست سے بھٹکاتی ہے۔ جب کہ دیکھنے والا گمان کرتا ہے کہ زمام زمانہ تھامے ہوئے کفر، شرح خواندگی میں اضافہ کرنے میں مگن ہے

حالانکہ حقیقت اس کے یکسر برعکس ہوتی ہے۔

سقوط کابل کے بعد امریکہ نے ایسی ہی دانش گاہوں کے فاضلین کو کرزئی حکومت کا ڈھانچہ تعمیر کر کے اس کے کل پُرزے بنادیا تھا۔ جس کا نتیجہ عریانیت، فحاشی، لادینیت، اسلام بے زاری، قوم سے غداری، کفر کی طرف داری، مغرب سے یاری اور مشرق سے لاپرواہی سمیت معاشرتی ناہمواری کی صورت میں برآمد ہوا۔ پھر یہی کل پُرزے قوم کے حقیقی ڈھانچے کا ستیاناس کرنے میں لگ گئے۔ 2008 کی تلخ حقیقت ہے کہ بلخ کے گورنر عطاء محمد نور جو کہ آج کل استاد عطاء کے نام سے جانے جاتے ہیں، نے اسی صوبہ کے امن ذمہ دار فوجی افسر کو ''فرمانِ مکتب سوزی از طرف عطاء محمد نور، والی بلخ'' کے نام سے خط لکھا، جس میں وہ کہتا ہے" : آج کل میں دیکھ رہا ہوں کہ طالبان مختلف علاقوں میں فعال ہورہے ہیں۔ یہ امر میرے اور کابل میں مقیم دوست کے لیے بہت ہی زیادہ تشویش کا باعث ہے۔ لہذا تم اپنے (تخریب کار) ماتحتوں کو حکم جاری کرو کہ کسی دیہاتی (عصری) اسکول میں دھماکہ کریں اور اس کا الزام طالبان پر عائد کیا جائے۔

تاکہ لوگوں کی طالبان کے ساتھ ہمدردی ختم ہو جائے۔ اس کے علاوہ "چمتال" (بلخ کے ضلع) کے امن سربراہ سے بھی اسی کام کے لیے تعاون حاصل کرو، تاکہ تمہارا کام بیک وقت اور بیک نوع ہو جائے۔ اس کام کو بلا تاخیر انجام دو، تاکہ ہم اپنے مقصد (یعنی طالبان کی بدنامی) میں جلد کامیاب ہو جائیں۔

از طرف جنرل عطاء محمد نور، گورنر بلخ"

یعنی یہ وہ ناہنجار لوگ ہیں، جو وطن کے لیے باعث عار ہیں۔ چند دن قبل کی خبر ہے کہ افغان نیشنل آرمی نے ایک مدرسہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ اس کا باعث یہ ہوا کہ کابل انتظامیہ کے مذکورہ کارندوں کی صوبہ لوگر میں طالبان سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں وقوع پذیر ہونے والی خون ریز جھڑپ میں ایک فوجی ہلاک اور تین زخمی ہو گئے۔ لیکن طالبان کسی بھی نقصان سے محفوظ رہے۔ یہ بات نیشنل آرمی کو غصہ اور "غیرت" دلانے لگی۔ لہذا اس نے غیرتی "لاوے کو قریبی دینی مدرسے پر اُگل کر اسے نیست و نابود کر دیا، جس میں مدرسہ، ایک گاڑی اور کئی ساری کتب سمیت قرآن پاک کے کئی نسخے شہید ہو گئے۔

افغان فوجیوں نے یہ کار بد امریکیوں ہی سے سیکھا تھا۔ امریکی، افغانی اسکولز (جنہیں وہاں "لیسہ" کہا جاتا ہے) دھماکہ خیز مواد سے اڑا کر الزام طالبان پر تھوپ دیتے تھے۔ طالبان کی جانب سے بار بار اس کی وضاحت میڈیا پر آئی ہے۔ لیکن میڈیا نے مغرب نوازی کا دم بھرتے ہوئے دنیا کو اس حقیقت سے لا علم رکھا۔ جس پر 2006 میں ملا برادر اخند نے خود وضاحتی بیان شائع کیا کہ:

"دشمن طالبان کو علم دشمن ثابت کرنے اور بدنام کرنے کے لیے اسکولوں اور درسگاہوں میں دھماکہ کرتا، ان کو جلاتا اور توڑ پھوڑ کر کے میڈیا پر اس کی تصاویر شائع کرتا ہے کہ طالبان تعلیم مخالف لوگ ہیں۔"

اس کے علاوہ طالبان نے اپنے دور میں نصابی کتب زرِ کثیر خرچ کر کے چھاپ کر مفت تقسیم کی تھیں، امریکہ نے آکر وہ سب نذر آتش کر دیں اور آج تک موقع بہ موقع ایسی شرارتیں کرتے، طلباء و طالبات پر تیزاب پھینکتے اور طالبان خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ C.I.A نے افغان خفیہ ایجنسی کو کامیاب بنانے کے لیے اسد اللہ خالد، جس سے پورا افغانستان نفرت کرتا ہے، کو منظر عام پر لا کر "خاد" کا سربراہ مقرر کیا۔ اس کے اور کارہائے نمایاں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے صوبہ نورستان کے ضلع "وانت وایگل" کے علاقے ڈنچیگل میں ایک رات مقامی اسکول میں دستیاب قرآن پاک اور دوسری دینی و عصری کتابوں کو ایک جگہ جمع کر کے آگ لگا دی۔ بعد ازاں پورے اسکول کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ اور بہ مطابق ٹیڑھی فطرت، الزام طالبان پر دھر کر بدنامی کا سامان پیدا کیا۔ جس پر امارت نے شدید رد عمل کا اظہار کیا جب کہ عوام نے بھی اپنے مظاہروں اور احتجاجوں میں اس قبیح حرکت پر واضح الفاظ میں کہا:

"یہ کام استخباراتی لونڈوں (خاد اہل کاروں) نے کیا ہے تاکہ ہم اسے ان کے الزام کے مطابق طالبان کی حرکت باور کر کے ان سے بدظن ہو جائیں۔"

نورستان کا مذکورہ علاقہ پانچ برس سے امارت کے کنٹرول میں ہے۔ یہاں امارت کا مرتبہ نصاب زیر تدریس ہے، جو اسلامی اصولوں اور افغانی ثقافت سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ عوام میں بہت مقبول تھا۔ لیکن فقط طالبان کی بدنامی کے لئے اتنی بڑی بدکاری کی اور قرآن مجید کو بھی نہ بخشا۔ لیکن طالبان اس حقیقت سے بہ خوبی واقف اور ان اوچھے ہتھکنڈوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ انہیں اس امر کا مکمل ادراک ہے کہ قوموں کی تعمیر، ترقی اور استحکام میں بنیادی کردار تعلیم ہی کا ہوتا ہے۔ کیوں کہ تعلیم وہ چیز ہے جو کسی بھی قوم کو ہر اعتبار سے کامیاب بناتی ہے مثلاً اخلاقیات: اس کے بغیر کوئی قوم چند سال بھی حیاتِ فانی کی دوڑ میں شریک نہیں رہ سکتی۔ نظریات: اس کے بغیر قوم کی مثال اس آوارہ گرد کی سی ہے جو ہر دم سفر میں رہتا ہے لیکن اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ مذہبیات: اس سے ہی ایک قوم دوسری سے اپنی ثقافت اور تہذیب سمیت ممتاز اور جدا ہوتی ہے۔ ان تمام اہم چیزوں کا منبع اور سرچشمہ تعلیم ہے۔ اسی لیے ان کے منشور میں تعلیم کے حوالے سے ایک وسیع باب ہے، جو عین اسلامی تعلیمات کے موافق اور افغانی روایات کے مطابق ہے۔ جب سے امارت نے دوبارہ سنبھالا لیا ہے۔ تب سے یہ نام "وزارتِ تعلیم و تربیت" الگ کمیشن تشکیل دے رکھا ہے۔ یہ افغانستان کے سرکردہ علماء، ماہرین تعلیم کی سرکردگی میں اپنا کام سرانجام دے رہا ہے۔ چند دنوں قبل امارت نے تعلیم و تربیت کے بارے میں مغربی پروپیگنڈے کے جواب میں ایک اعلامیہ بھی جاری کیا تھا۔ جس میں امارت کا کہنا تھا کہ ہم تعلیم کی اہمیت سے بہ خوبی واقف ہیں ہم افغانوں کو جہالت کی تاریکی میں رکھنے کے ہر گز روادار نہیں، لیکن ہم اس کے ساتھ ساتھ ایسی تعلیم کے مخالف بھی ہیں جو اسلام پسند افغانوں کو عیسائیت، یہودیت اور لادینیت کی طرف بہکا دے۔ اس لیے ہم اپنے ہم وطنوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تعلیم کے نام پر بے حیائی اور بدمذہبی کو فروغ دینے والے حلقوں سے اپنے بچوں کو دور رکھیں۔ خدانخواستہ وہ بہکا اور پھسلا دیے جائیں۔ کیوں کہ علم درحقیقت وہی ہے جو نور پھیلائے، شفیق معلم اور رحم دل استاد بنا کر بھیجے جانے والے ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا فرمان ہے:

"العلم نور" "علم تو روشنی ہے۔ درحقیقت علم تو ہے ہی وہ، جو ہر سو اُجالا کر دے۔ جب کہ مغرب کے تعلیمی چراغوں تلے ہر دم اندھیرا رہتا ہے۔

☆ ☆ ☆

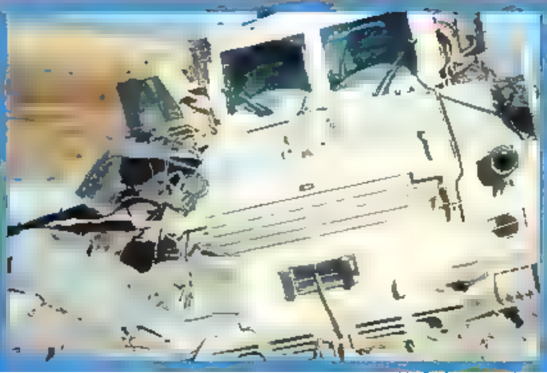

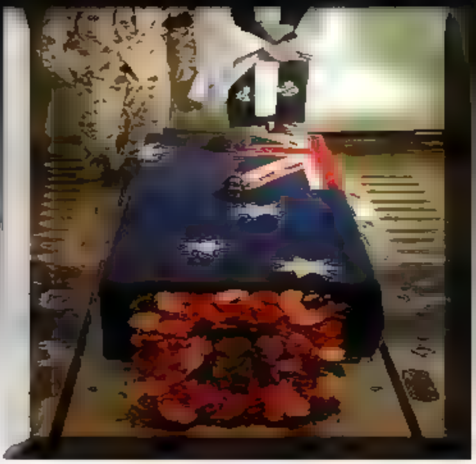

مبصرین کی لغزش

سید سعید کے قلم سے

عالمی دہشت گرد اتحاد نے افغانستان پر فوج کشی کے ساتھ مسلمانوں بالخصوص افغانوں کے خلاف فکری، ثقافتی، تمدنی اور پروپیگنڈے کی جنگ بھی جاری رکھی ہے، افغان قوم گزشتہ بارہ سالوں میں استعمار کی ان سازشوں اور چالوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ راقم نے دشمن کی جانب سے فکری محاذ پر لڑی جانے والی جنگ کے مضر اثرات کا احاطہ کیا ہے جو قارئین کے لئے پیش خدمت ہے۔

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے افغانستان کی موجودہ صورتحال پر پروفیسروں اور دانشوروں کے نام سے غیر معروف اشخاص کے ساتھ انٹرویو لینے اور شائع کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، یہ حضرات افغانستان کی صورتحال پر ایسے تبصرے اور تجزیے کرتے ہیں کہ قارئین اور ناظرین حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ آیا وہ ان حالات سے بے خبر ہیں یا جان بوجھ کر عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ افغان مسئلے کے اصل عوامل اور فساد کی جڑ (غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی) پر بات کرنے کی جرأت کرتے ہیں اور نہ ہی اسلام، ملک اور قوم کے دفاع کے لئے برسرپیکار مجاہدین کے موقف پر کھل کر بات کرتے ہیں۔ وہ اصل حقائق بیان کرنے سے کتراتے ہیں، موضوع کو ایک دوسری طرف کھینچتے ہیں، قابض استعمار کو قیام امن کے ضامن اور ملکی ترقی کے ٹھیکدار سمجھتے ہیں، لیکن افغان عوام کی جہادی کامیابیوں کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، کبھی کبھار تو ایسے عجیب وغریب افسانے سناتے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور صرف پروگرام کا وقت گزارنے کے لئے ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ طالبان کے دور حکمرانی میں بھی غیر ملکی افغانستان میں موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں صرف وہ مسلم تھے اور یہ غیر مسلم ہیں اس سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انہیں یہ بھی پتہ نہیں کہ مسلمان ایک جسم واحد کی مانند ہیں اور کفر ایک الگ ملت ہے، ان میں ہر لحاظ سے زمین وآسمان کا فرق ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ وہ بھی غیر ملکی تھے اور یہ بھی غیر ملکی ہیں لیکن بات یہ ہے کہ وہ کس لئے، کس طرح اور کس موقف کے ساتھ آئے تھے اور یہ کس طرح، کس لئے اور کس موقف کے ساتھ موجود ہیں، کیا وہ "مجاہدین" بھی ان "استعماری قوتوں" کی طرح افغانوں کے گھر گھر کی تلاشی لیتے تھے؟ کیا وہ بھی عام شاہراہوں اور راستوں پر مردوں اور عورتوں کو گاڑیوں سے اتار کر تلاشی کے نام پر ان کی تذلیل کرتے تھے؟ کیا وہ بھی بے گناہ افغانوں کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بناتے اور کئی سالوں تک بغیر کسی مقدمے کے جیلوں میں بند رکھتے تھے؟ کیا وہ بھی کابل اور دیگر شہروں میں فوجی گاڑیاں چلاتے تھے؟ کیا وہ بھی نوجوانوں کو فحاشی کی طرف بلاتے تھے؟ کیا وہ بھی افغانوں کو لالچ کی خاطر دین اسلام چھوڑنے اور دوسرے منسوخ ادیان قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے؟ کیا وہ بھی ہمارے معدنی ذخائر لوٹ کر لے جاتے تھے؟ کیا وہ بھی گورنر، مشیر اور دوسرے ناموں سے عہدے سنبھالتے تھے؟ کیا اس وقت بھی صدارتی ہاوس میں درجنوں غیر ملکی مشیر تعینات تھے؟ ان سب کا جواب نفی ہے۔

موجودہ اور پرانے غیر ملکیوں میں بہت واضح فرق پایا جاتا ہے۔ وہ انفرادی طور پر اسلامی جذبے کے تحت اپنے مسلمان بھائیوں کی حمایت کے لئے آئے تھے جن کا مقصد صرف اللہ تعالی کی رضا اور شوق شہادت تھی۔ وہ نہ ٹینک اور طیاروں کے ساتھ آئے تھے اور نہ ہی فوج کا کردار ادا کرتے تھے، نہ قوموں کو غلام بناتے تھے اور نہ ہی ان کے ملکی وسائل کو لوٹتے تھے۔

پتہ نہیں ہمارے دانشور اور مبصرین حضرات آخر کیوں اصل حقائق کو چھپاتے ہیں۔ وہ یہ نوٹ کر سمجھ لیں کہ غیر ملکیوں کی موجودگی میں افغان عوام کبھی بھی امن اور ترقی کا خواب نہیں دیکھ سکیں گے۔ کیونکہ انہوں نے اسلامی نظام کا خاتمہ کر کے بے دین اور فرسودہ نظام کو قائم کیا۔ ملکی وسائل (پانی کے ڈیم، بجلی کے پیداوار کے مواقع، جہازوں کے میدان، ہسپتالوں، ریڈیو اسٹیشنوں اور دیگر وسائل) پر بمباری کر کے تباہ کر دیا۔ ہزاروں معصوم شہریوں کو شہید اور ملک کے اندر اور باہر جیلوں میں ڈال دیا، فحاشی اور منشیات کو عام کر دیا، خود مختار اسلامی حکومت کے مقابلے میں چوروں، لٹیروں، جنگجوؤں اور قاتلوں کو مضبوط کر کے اقتدار ان کے حوالہ کیا جو آج دنیا کی کرپٹ ترین ناکام اور بدنام حکومت سمجھی جاتی ہے۔

◉◉◉

شیعہ آبادی میں بڑی تبدیلی کے آثار

تحریر: عبدالروف حکمت

افغانستان کی 90 فیصد آبادی سنی اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے تعلق رکھتی ہے، تاہم ملک میں اہل تشیع کے اثنا عشریہ مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی بڑی تعداد میں آباد ہیں، جن کی اکثریت مرکزی صوبوں بامیان، دایکندی، غزنی، سرپل اور سمنگان میں رہتی ہے۔

افغانستان پر روسی یلغار کے دوران جس طرح سنی آبادی کے علاقوں میں میدان کارزار گرم تھا اسی تندی کے ساتھ شیعہ آبادی پر مشتمل علاقوں میں بھی روسی افواج کے خلاف جہادی کارروائیاں جاری تھیں، اس وقت شیعہ آبادی کے علاقوں میں روسی افواج کو بڑے پیمانے پر بھاری نقصانات پہنچائے۔

مگر جب امریکہ نے افغانستان پر فوج کشی کی تو دیگر اقوام کے نام نہاد رہنماؤں کی طرح ہزارہ افغانوں کے کئی ایک مصنوعی اور برائے نام قومی سربراہان محمد محقق اور کریم خلیلی بھی امریکہ کے ہمنوا بن کر دشمن کی صف میں کھڑے ہوئے، امریکہ نے بکے ہوئے قومی رہنماؤں کے ذریعے افغانستان کے دیگر علاقوں کی طرح شیعہ آبادی کے علاقوں میں بھی پروپیگنڈہ کیا کہ امریکہ اور اتحادی ان کے بہی خواہ ہیں جبکہ امارت اسلامی کے طالبان ان کے بدخواہ ہیں اگر اہل تشیع چاہتے ہیں کہ پرامن زندگی گزار سکیں تو اتحادیوں کے خلاف مزاحمت اختیار نہ کریں بلکہ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ گزشتہ ایک دہائی کے دوران ان کا یہ پروپیگنڈہ کسی حد تک موثر بھی ثابت ہوا، بہت سے لوگوں کا یہ خیال تھا کہ امریکہ اور اتحادیوں کی حمایت کرکے انہیں مفادات مل جائیں گے، وہ ترقی کریں گے اور بہت سارے فوائد حاصل کریں گے۔ مگر ایک دہائی گزرنے کے بعد جس طرح امریکی اور اتحادی دیگر علاقوں میں نفرت کی علامت بن گئے اسی طرح شیعہ آبادی کے علاقوں میں بھی ان کے خلاف نفرت کی صدائیں بلند ہونے لگیں، اور وہ سمجھ گئے کہ غیر ملکیوں کی موجودگی سے ان کے معاشرتی طرز زندگی، ثقافت، نئی نسل کے فکری نشونما پر برے اثرات مرتب ہورہے ہیں اور اگر اس کا تدارک نہ کیا گیا تو مستقبل میں خطرناک اور منفی نتائج برآمد ہوں گے۔

گزشتہ دس برسوں کے دوران دایکندی اور بامیان میں اتحادیوں نے امداد کے عنوان کے تحت بے دینی، فحاشی، غربت اور عیسایت کی ترویج اور تبلیغ کے لئے سرگرمیاں جاری رکھیں، اس مہم میں ان علاقوں سے تعلق رکھنے والے اکثریت ان افراد نے حصہ لیا جن کے اہلخانہ مغرب میں رہائش پذیر ہیں یا وہاں کے باشندے رہ چکے ہیں، وہ ملکی ترقی، انسانی حقوق، نوجوانوں کی تنظیم، خواتین کے حقوق اور اس قسم کے مختلف ناموں سے قائم تنظیموں کے نام پر مغربی تہذیب وتمدن اور عقیدے کی تبلیغ اور پرچار کے لئے کوشاں رہے۔

ان سرگرمیوں کی وجہ سے اہل تشیع کے علاقوں میں نوجوانوں کی بے راہ روی اور عورتوں کی بے پردگی کی شرح میں تشویشناک حد تک اضافہ ہوا جس پر شیعہ مسلک کے مذہبی رہنماؤں، قومی عمائدین اور معتبرین نے صورتحال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے کہا کہ اگر بروقت معاشرے کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا تدارک نہ کیا گیا تو اس کے خطرناک نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ اسی بنیاد پر شیعہ آبادی کے علاقوں خاص کر صوبہ دایکندی میں عوام نے مکمل طور پر مغربی سامراج اور ان کے مقامی حواریوں کے خلاف جہاد کا علم بلند کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے رابطے کئے اور اس عزم کا اظہار کیا کہ اس کے بعد امارت اسلامیہ کے ہر حکم، دستور اور پیغام کو قبول کرتے ہوئے امارت اسلامیہ کے پرچم تلے مغربی سامراج کے خلاف جہاد کریں گے اور کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور اپنے علاقوں سے اتحادی فوجیوں اور ان کے حواریوں کے مکمل انخلاء تک جہادی کارروائیاں جاری رکھیں گے۔ صوبہ دایکندی کے لئے امارت اسلامیہ کے فوجی کمانڈر ملا سید سلیمان آغا کا کہنا ہے کہ صوبے کے تمام علاقوں سے رابطہ بحال رکھا ہے جہاں سے ان کے ساتھ تمام علاقوں کے قومی معتبرین، قبائلی عمائدین اور علماء کرام نے رابطہ کیا ہے اور امارت اسلامیہ کے ساتھ ہر قسم تعاون کی یقین دہانی کرادی ہے۔ صوبہ دایکندی کے سنگ تخت، زہرستان اور کجران اضلاع میں جہاں پہلے جہادی کارروائیاں نہ ہونے کے برابر تھیں اب وہاں مجاہدین منظم اور فعال ہیں،

بقیہ صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں۔

اکرم تاشفین

اسلام اور تھیوکریسی

پاپائیت کے اندھیر غار سے نکلنے کے بعد یورپ کے سامنے سیکولر جمہوریت ہی ایک واضح نظام حکومت تھا۔ جسے ہر مغربی قوت نے اپنی مرضی کے مطابق تراش کر اپنی مرضی کے مطابق اپنایا۔ مغرب نے اس نظام کو اپنانے کے بعد اسے تقدس کے اس سنگھاسن پر بٹھایا کہ اب اس کے خلاف بات کرنا گویا انسانیت کے خلاف بات کرنا ہے۔ حالانکہ یہ بھی ایک نظام ہے اور انسانوں کا بنایا ہوا نظام۔ اس میں ہزار خامیوں اور برائیوں کا امکان ہو سکتا ہے۔ مگر چونکہ یہ مغرب کا پسند کیا ہوا نظام ہے اس لیے اس پر تنقید کا حق بھی انہیں کے ہاں محفوظ ہے۔ اب دنیا میں ہر نظام کو پرکھنے کا معیار جمہوریت ہی ٹھہر گیا۔ جمہوریت کا چشمہ پہن کر ہر نظام پر تنقیدی نگاہ ڈالی جاتی ہے۔ حالانکہ ہر نظام اپنے اندر خصوصیات رکھتا ہے۔ ٹھیک ہے بظاہر جمہوریت میں عوام کو حق حکومت دیا جاتا ہے مگر اس کی خامیاں بھی توالاماں الحفیظ۔ اسلامی نظام خلافت انسانی تاریخ کا وہ نظام ہے جس نے بادشاہت اور حکمرانی کا انداز بدل رکھ دیا۔ عوام کا خادم ہر حاکم خود کو کہتا ہے مگر حقیقی طور پر جس نے عوام کا خادم بن کر دکھایا۔ انسانیت کو بادشاہت کا ایک نیا رخ متعارف کروایا۔ بادشاہوں اور اہل اقتدار کو عوام کی حقیقی خدمت کا طریقہ سکھایا۔ بے شماریوں دیگر خوبیوں کے ساتھ اس نظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نظام میں رعب داب اور ہٹو بچو کا کوئی طرز عمل نظر نہیں آتا۔ جس طرح اسلام کی ہر خصوصیت کو مغرب کی جانب سے تنقید کا سامنا ہے اسی طرح اسلامی نظام خلافت پر کو بھی بے جا تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ان الزامات میں سے ایک بڑا الزام یہ ہے کہ اسلام کا نظام خلافت تھیوکریسی پر مبنی ہے۔ تھیوکریسی کیا ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے اور کیا واقعی اسلامی نظام خلافت تھیوکریسی پر قائم ہے؟ ان سارے سوالات کے جوابات تلاش کرنے کے لیے تھیوکریسی کی تحقیق کرنی ہوگی۔

تاریخی اعتبار سے اس اصطلاح کے معنی ہے ہی کیا؟ تھیوکریسی کا جب معنی بتایا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے اس کے معنی ہے مذہبی حکومت، ایسی حکومت جو مذہب کا پابند ہو۔

مغربی مستشرقین ہمیشہ اسلامی نظام خلافت پر تنقید کرنے کے لیے اسی تشریح کا سہارا لے کر عوام کے ذہنوں میں خلافت کا مفہوم ایک گھٹن زدہ ماحول میں قائم ہونے والے نظام حکومت کی حیثیت سے بٹھاتے ہیں۔ کیوں کہ تھیوکریسی کا لفظ سن کر یورپ کا وہ تاریک دور ذہن میں آتا ہے جب یورپ کے سیاسی نظام پر پاپائیت سوار تھی اور پادریوں کے تاریک ذہنوں نے انسانیت کو اپنے فطری ارتقاء سے روک رکھا تھا۔ عیسائی عوام نے پاپائیت سے بغاوت بھی اسی لیے کی کہ جب انہوں نے باہر کی دنیا میں دیکھا کہ انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں روز بروز آگے بڑھ رہا ہے۔ علم و فن کے نئے در اس کے سامنے کھل رہے ہیں اور وہ کائنات کے سربستہ رازوں کو منکشف کر رہا ہے۔ خصوصاً اسلامی دنیا میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم ہیں اور اسلامی ممالک کے علم دوست حکمران علماء کی سرپرستی کر کے مختلف علوم وفنون کو پروان چڑھا رہے ہیں۔ ایسے میں صدیوں تک اسلامی دنیا کو علوم وفنون میں آگے بڑھتا دیکھ کر عیسائیت میں بھی بیداری کی رمق پیدا ہوئی۔ پاپائیت کو اپنا اقتدار عزیز تھا اس لیے کلیسا نے بدعت کا فتوی دے کر ہمیشہ علوم وفنون کی حوصلہ شکنی کی۔ عیسائیت کے علم دوست حلقوں نے ہمیشہ پوپ کے دباو پر علوم کے حصول سے احتراز کیے رکھا مگر اب اس کا پیمانہ صبر بھی لبریز ہو گیا اور اس نے پوپ سے بغاوت کر دی۔ سیاسی اقتدار پوپ سے الگ کر کے سیاست کو سیکولر بنا دیا گیا اور پوپ کو مذہبی اقتدار تک محدود کر دیا گیا۔ پوپ کو چونکہ بہر حال اقتدار عزیز تھا اس لیے ویٹی کن سٹی کے نام سے ایک سلطنت بنا کر پوپ کو الاٹ کر دیا گیا۔ یوں ساری عیسائی دنیا نے ویٹی کن کے بوتل میں بند اس عفریت سے نجات حاصل کر لی۔

تھیوکریسی کا لفظ سن کر دراصل پوپ کے اقتدار کا وہ زمانہ ذہن میں آتا ہے جس کا خلاصہ اوپر کے سطور میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے اسلامی نظام خلافت کو تھیوکریسی کہہ کر لوگوں کے ذہنوں میں اس کا غلط تصور بٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تھیوکریسی درحقیقت ہے ہی کیا؟ تفصیلی انداز سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے عیسائیت اور یہودیت کی تھیوکریسی کا مطالعہ لازمی ہے۔

ایک عام سی مکمل تھیو کریسی تین عناصر ترکیبی سے بنتی ہے پہلا خدائی عبادت خانہ دوسرا کتاب مقدس اور تیسرا پوپ وہ مذہبی پیشوا جو ایک روحانی عمل کے نتیجے میں روح مقدس {holy ghost} کے تعلیمات کی تشریح کرتا ہے۔ان تینوں عناصر پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے سب سے زیادہ بااختیار پوپ ہے، کیوں کہ عبادت خانہ تو ایک گھر ہے،اور کتاب یہ اگرچہ روح مقدس کے کلمات ہیں مگر اس کی تشریح کا اختیار پوپ کو حاصل ہے۔کیوں کہ عیسائی عقیدے کے مطابق پوپ ایک روحانی عمل کے نتیجے میں روح مقدس سے براہ راست تعلیمات حاصل کرتا ہے اس لیے روح مقدس کے کلمات کی تشریح کا اختیار بھی اسی کو حاصل ہوتا ہے۔اس طرح کلیسا اور پوپ مذہبی طور پر لامحدود اختیارات کے مالک بن جاتے ہیں۔ عیسائیت سے قبل یہودیت میں بھی تھیوکریسی کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ ان کے ہاں تھیو کریسی کا اطلاق ایسے قبائلی یا خاندانی حکومت پر ہوتا تھا جو خدائی قانون پر عمل درآمد کرنے کا دعویدار ہوتا تھا۔ یہودیوں کے ہاں خالق کائنات یخ وبخ {Jahweh} کی حکومت کا باقاعدہ تصور موجود ہے۔یہودیوں کی تھیوکریسی میں بھی تین عناصر ترکیبی ہیں۔خدائی عبادت خانہ، جیسے ہیکل سلیمانی، کتاب مقدس جیسے تورات اور یخ وبخ کا ترجمان یہودی ربیؔ۔عیسائیوں کی طرح یہودیوں کے ہاں بھی یہ عقیدہ تھا کہ مذہبی پیشوا ربائی ایک روحانی عمل کے نتیجے میں یخ وبخ سے براہ راست مخاطب ہوتا ہے۔ اس لیے کتاب مقدس کی تمام تشریحات کا اختیار بھی اسے دے دیا گیا تھا۔پوپ ہو یا ربی دونوں کو تمام تشریحات کا اختیار حاصل ہو جانا ایک ایسا اختیار تھا جس کا وہ جب اور جہاں چاہتا استعمال کرتا۔اس سے پوچھنے کا اختیار کسی کو حاصل نہیں تھا۔پوپ اور ربائیوں کی انہیں من مانیوں نے عوام کو مذہب کا باغی بنادیا۔ خلافت اسلامیہ کی جب بات آتی ہے تو ایک مذہبی حکومت ہونے کی وجہ سے اسے تھیوکریسی کہدیا جاتا ہے۔حالانکہ اسلام میں عیسائیت یا یہودیت کی طرح کی تھیوکریسی کا تصور بھی ناپید ہے کیوں کہ خلافت اسلامیہ میں خلیفہ کو اللہ تعالیٰ کا نائب تو سمجھا جاتا ہے مگر اس کے براہ راست اللہ تعالیٰ سے رابطہ کا تصور نہیں اسلام میں نہیں ہے۔اسلام میں ایسے کسی روحانی عمل کا تصور بھی نہیں جس کی بدولت مذہبی پیشوا براہ راست الہام کے ذریعے خدا تعالیٰ سے احکامات وصول کرے۔اس میں تبدیلی یا تنسیخ کا حکم جاری کرے۔ خلیفہ اللہ تعالیٰ کا اس لحاظ سے نائب ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات اور احکامات زمین پر نافذ کرے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کی تعلیمات میں تشریح کا حق دے کر عیسائیت نے پوپ کو جو لامحدود اختیارات سونپے ہیں اسلام میں اس کا تصور بھی نہیں۔اسلام میں کوئی شخص بھی اختلاف سے مبرا نہیں ہے۔ حضور ﷺ کے بعد چار خلفاء راشدین گزرے کسی نے بھی اپنے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ خدا تعالیٰ کی ذات سے براہ راست تعلیمات لیتا ہے۔ یا اس کی بات سے اختلاف کرنا لامذہب ہونا ہے۔ خلفاء راشدین کے بعد فقہاء اور ائمہ مجتہدین جنہوں نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں فقہ مرتب کی اور صدیوں سے ان کے مرتب کردہ فقہ اور قوانین پر کروڑوں لوگ عمل پیرا ہوتے آرہے ہیں ان ائمہ مجتہدین کو بھی اس قدر تقدس اور لامحدود اختیارات نہیں بخشے گئے۔ ہماری تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اگر امام جعفر صادقؒ نے ایک رائے قائم کی تو امام ابو حنیفہؒ نے ان کے شاگرد ہونے کے باوجود ان سے اختلاف کیا اور یہی شکل ان کے تلامذہ امام حسن الشیبانی اور امام ابو یوسف نے ان کے ساتھ ان کی زندگی اور بعد میں اختیار کی اور بعض متقدمین اور فقہاء نے اپنے سے قبل کے اکثر علماء و فقہاء کے اجتہادات و آراء کو پس پشت ڈالتے ہوئے نئے سرے سے اصول تعبیر و تفسیر کو اختیار کرتے ہوئے قرآن و حدیث کی بناء پر جدید اجتہاد کی دعوت دی۔ امام ابن تیمیہ کا نام اس حوالے سے نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔ اور ان تمام تعبیرات و تشریحات میں کسی ایک مجتہد یا امام نے بھی اپنی رائے کے لیے الوہی تقدس یا Divine sanction حاصل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا، نہ انہیں بعد میں آنے والوں نے یہ مقام بخشا۔

حقیقت واقعہ تو یہ ہے کہ ربائیوں یا راہبوں کے تقدس کو تو خود حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ''لارھبانیۃفی الاسلام'' نے قیامت تک کے لیے مغربی اصطلاح میں de-sacrilize کر دیا تھا۔ اس لیے کسی بڑے سے بڑے مجتہد اور امام کو وہ مقام عصمت حاصل نہ ہو سکا جو ایک انسان کی فکر، تعبیر یا تشریح کو immunity فراہم کردے۔

اس حقیقت واقعہ کی روشنی میں ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی تصور Theocracy کو اسلام پر چسپاں کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اس لیے یہ الزام لگانا کہ خلافت اسلامیہ ایک تھیوکریسی ہے انتہائی غلط ہے۔ اسلام میں عیسائیت اور یہودیت کی تھیوکریسی کا کہیں بھی تصور نہیں۔

◇ ◇ ◇

افغانستان گزشتہ فروری میں

احمد فارسی

{نوٹ: اس تحریر میں ان نقصانات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جن کا دشمن نے اعتراف کیا ہے، تحقیق اور باریک بینی کے ساتھ نقصانات کے بارے میں جاننے کے لیے الامارہ ویب سائٹ اور دیگر ذرائع ابلاغ سے رجوع کریں}

2013 کے فروری کے مہینے میں بھی دیگر مہینوں کی طرح افغانستان میں اہم واقعات اور تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس مہینے میں خارجی اور داخلی دشمنوں نے جانی ومالی نقصانات اٹھائے۔ ذیل میں دیے گئے مختلف عنوانات میں ان واقعات اور حالات کا احاطہ کیا جائے گا۔

صلیبی فوجیوں کے جانی نقصانات:

حسب سابق صلیبی جارحیت پسندوں نے اس بات پر ایک بار پھر اتفاق کیا کہ اپنے نقصانات چھپائے رکھیں۔ اس مقصد کے لیے جتنا ممکن ہو سکا تمام ذرائع سے کام لیا گیا۔ دشمن نے کوشش کی کہ اپنی شکست کو فتح کا جامہ اوڑھا کر میدان جنگ سے فرار کا بہانہ تراش سکے۔ جس طرح گزشتہ دہائی کے دوران انہوں ہمیشہ ایسا کیا۔ انتہائی عیاری سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے، اپنے اربوں کے نقصانات کو صفر میں ضرب دے کر چھپاتے رہے۔ دشمن نے ہمیشہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ یہ جنگ جیت گئے ہیں اور اپنا ہدف حاصل کر لیا ہے۔ اس ملک میں اب مکمل امن وامان کی فضا بحال ہوئی اس لیے اب ان کے یہاں رہنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

اس لیے وہ چاہتے ہیں جلد از جلد افغانستان سے نکل جائیں۔ اسی لیے دشمن ہمیشہ اپنے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی ہلاکت کے اعتراف سے گریز کرتا رہا۔ حتی کہ دشمن نے صرف 22 فروری کو ہلمند میں اپنے ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس مہینے میں درجنوں صلیبی فوجی جان سے دھو بیٹھے۔ جس کی تفصیل ذیل کی سطور میں پیش کی جائے گی۔ ہلاک ہونے والے ایک فوجی سمیت رواں سال میں ہلاک ہونے والوں کی کل تعداد 9 ہو گئی ہے۔ {یاد رہے یہ تعداد وہ ہے جس کا دشمن بزبان خود اعتراف کرتا ہے حقائق کے برعکس۔ ادارہ} اس طرح ان صلیبی فوجیوں کی تعداد جن کی ہلاکت کا دشمن نے اعتراف کیا ہے 3258 ہو جاتی ہے۔ جن میں 2178 امریکی، 440 برطانوی اور 640 دیگر اتحادی ممالک سے تعلق رکھنے والے شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نقصانات کے حقیقی اعداد وشمار مذکورہ تعداد سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ان نقصانات کے علاوہ دشمن کے بے شمار فوجی زخمی اور معذور ہو گئے ہیں جن کا گننا ہی صلیبی غاصبوں کے لیے ممکن نہیں۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے مالی نقصانات:

اسی طرح صلیبی جارحیت پسند فوجیوں نے اس ماہ کے دوران بے شمار مالی نقصانات اٹھائے ذیل کے سطور میں جس کے بارے میں اشارہ کیا جائے گا۔

7 فروری بروز جمعرات صوبہ کاپیسا ضلع تگاب میں صلیبی جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے مار گرایا۔ اگرچہ صلیبی جارحیت پسندوں نے اس ہیلی کاپٹر کے گرنے کا اعتراف کیا ہے مگر نقصانات کی وضاحت سے انہوں نے احتراز ہی کیا۔

جارحیت پسندی کے گیارہ سالہ دور میں صلیبی جارحیت پسندوں کی تمام کارروائیوں نے نہ صرف افغان عوام کو نقصان پہنچایا بلکہ خود صلیبی جارحیت پسندوں نے بھی اپنے ہزاروں فوجی گنوا دیے اور کروڑوں ڈالر کا نقصان اٹھایا۔ برطانوی وزارت دفاع کی جانب سے حال ہی میں 13 فروری بروز بدھ شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق افغانستان اور عراق کی جنگ میں برطانیہ کے 450 بغیر پائلٹ طیارے گر کر تباہ ہو گئے ہیں جن کی قیمت بہت زیادہ تھی۔ اسی طرح 2007 میں ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا جس کی قیمت 10 ملین پاؤنڈ تھی، دیگر طیاروں میں سے ہر ایک کی قیمت ایک ملین پاؤنڈ تھی۔

24 فروری بروز اتوار کابل ضلع سروبی میں صلیبی جارحیت پسندوں کا ایک ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گیا مگر صلیبیوں نے اس واقعے کے اعتراف سے گریز کیا۔

اسی مہینے کے دوران کم از کم 2 ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہو گئے مگر دشمن اسے واقعے کا اعتراف نہیں کیا اور اس پورے مہینے میں صرف ایک فوجی کے ہلاک ہونے کا اعتراف کیا۔

ملکی دشمن کے نقصانات:

کابل انتظامیہ کی پولیس اور نیشنل آرمی کی صفوں میں نقصانات کی شرح بہت اونچی رہی۔ یہاں چند واقعات کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے۔

7فروری کو صوبہ بلخ ضلع کشندی میں سیکیورٹی کمانڈر اور جرائم پیشہ حاکم اپنے تین ساتھیوں سمیت امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔

17فروری بروز ہفتہ صوبہ جوزجان ضلع شبرغان میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے سیکیورٹی اہلکاروں کو حملے کا نشانہ بنایا جس میں کم از کم 2اہلکار ہلاک اور 4زخمی ہوگئے۔

20فروری بروز بدھ کابل حکومت کی وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ نیشنل آرمی کی تعداد 2لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ جہاں اس کی تعداد 2لاکھ تک پہنچ گئی ہے وہاں روزانہ ان میں سے درجنوں فوجی ہلاک ہورہے ہیں، درجنوں مجاہدین سے مل رہے ہیں جبکہ درجنوں فرار ہورہے ہیں۔ کابل انتظامیہ ہلاک ہونے والے فوجیوں کا اعلان تو کرتی ہے مگر مجاہدین سے ملنے والوں اور فرار ہونے والوں کے متعلق کچھ بھی نہیں بتاتی۔

وزارت دفاع کے اعلان کے دودن بعد 23فروری بروز ہفتہ صوبہ لغمان سیکیورٹی ہیڈکوارٹر میں شعبہ انسانی حقوق کا سربراہ مجاہدین کے ایک راکٹ حملے کے نتیجے میں ہلاک ہوگیا۔

اس کے علاوہ 25فروری بروز پیر صوبہ فاریاب ضلع شیرین تگاب میں ادارہ برائے حقوق کا سربراہ ہلاک ہوگیا۔

ذرائع ابلاغ کے مطابق 27فروری بروز بدھ صوبہ غزنی ضلع اندڑ میں کم از کم 17اربکیوں کے قتل کی خبر دی۔ ان اہلکاروں کو ہلاکت سے قبل بے ہوش کردیا گیا تھا اور تمام اسلحہ غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آیا جبکہ گاڑیاں وغیرہ جلادی گئیں۔

خودسر کارروائیاں:

دراصل امریکی اور صلیبی جارحیت پسندوں کی جانب سے افغانستان پر جارحیت ابتداء ہی سے ایک خودسر کارروائی تھی۔ اس لیے تمام وہ قوانین جن کا انہوں نے دعویٰ کیا انہیں پامال کرکے رکھ دیا۔ جارحیت کے بعد انہوں نے کوشش کی کہ چند کانفرنسوں اور اقوام متحدہ کی مدد سے ایک حد تک اس جارحیت کو قانونی شکل دیدے۔ اس لیے انہوں نے کابل میں ایک کٹھ پتلی انتظامیہ تشکیل دیدی۔ بظاہر یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ وہ اس حکومت کا دفاع کریں گے اور اس کے منافع اسی ملک ہی میں محفوظ کیے جائیں گے۔

اور یہ ممالک سب کچھ اسی حکومت کی اجازت سے انجام دیں گے۔ مگر انہوں نے اس حکومت کی مرضی کے مطابق کام کبھی بھی نہیں کیا بلکہ ہر وقت اس کی مخالفت ہی کی۔ جس میں گاؤں دیہات اور گھروں پر وحشیانہ بمباریاں اور بے گناہ عوام کا قتل شامل ہے۔ اس حوالے سے 4فروری بروز پیر وزارت دفاع نے اعلان کیا کہ اب بھی صلیبی جارحیت پسند ایک حد تک اپنی مرضی ہی سے کارروائیاں کرتے ہیں۔ حالانکہ دس ماہ قبل ہی صلیبی جارحیت پسند تمام کارروائیوں کے اختیارات اپنے کٹھ پتلیوں کے حوالے کرچکے ہیں مگر پھر بھی یہ کارروائیاں خارجیوں کی جانب سے سرانجام دی جاتی ہیں۔

14فروری کو افغان فضائیہ کے عمومی کمانڈر کے مطابق افغانستان میں سال 2012ء کے دوران کم از کم 28ہزار 4سو60 فضائی حملے ہوچکے ہیں۔

انسانی حقوق کی پامالی اور قیدیوں پر تشدد:

4فروری بروز بدھ اوپن سوسائٹی فاونڈیشن کے نام سے ایک امریکی ادارے نے رپورٹ نشر کی ہے جس میں اہم حقائق کی جانب اشارہ کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہ امریکا کے جاسوس اداروں نے افغان جنگ کے دوران انسانی حقوق پامال کردیے اور بے گناہ لوگوں پر تشدد کیا۔ اس ناقابل معافی جرم میں 54دیگر ممالک کے انٹیلی جنس ادارے بھی شامل ہیں

ایک دن قبل عالمی تنظیم برائے نگہداشت نے انسانی حقوق کے متعلق ایک رپورٹ نشر کی جس میں تنظیم نے امریکا سے مطالبہ کیا کہ وہ بچوں کی زندگیوں پر خصوصی توجہ دے۔ اعلامیہ میں کہا گیا تھا کہ امریکا جلد از جلد اقوام متحدہ کے قوانین پر عمل کرے تاکہ بچوں کے نقصانات کو روکا جاسکے۔ اس تنظیم نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ امریکا نے افغانستان میں ہزاروں بچوں کو قید کر رکھا ہے۔

اس اعلامیے اور ذرائع ابلاغ کے شور شرابے کے بعد حامد کرزئی نے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ تاکہ جیلوں کی حالت ٹھیک کی جاسکے۔ اس کمیٹی نے 11فروری بروز پیر اقوام متحدہ کے رپورٹ کی تائید کرکے سیکیورٹی اہلکاروں کے غیر انسانی سلوک کی گواہی دی۔ کرزئی کے دفتر نے یہ اعتراف کیا ہے کہ اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں قیدیوں کی تعذیب اور مظالم کے بارے میں رپورٹ دی ہے۔ اس رپورٹ میں بجلی کے کرنٹ، آلہ تناسل کو کرنٹ کے جھٹکے، کیبل کے ذریعے تشدد، بندوق کے بلٹ سے مارنا اور الٹا لٹکانا اس تعذیب کے نمونے کے ہیں۔ دوسری طرف سیکیورٹی اہلکاروں نے اس رپورٹ کی سختی سے تردید کی اور جیلوں میں مظالم کے واقعات کا انکار کیا۔

دہشت گردوں کا خاص گروپ:

صلیبی جارحیت پسندوں نے افغانستان میں صرف نیشنل آرمی اور پولیس کی تربیت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کچھ خاص گروپ بھی اپنے خفیہ اہداف کے حصول کے لیے تشکیل دیے جو پیسوں کے بدلے ہر طرح کے جرائم کے لیے تیار ہوں۔ جب صلیبیوں نے افغانستان سے نکلنے کا اعلان کیا تو کابل انتظامیہ کے سیکیورٹی اداروں نے 18فروری بروز پیر وزارت دفاع سے یہ مطالبہ بھی کیا اس جرائم پیشہ گروپ کو سیکیورٹی ادارے میں ضم کردیا جائے۔

عام لوگوں کی ہلاکتیں اور تکلیفیں :

شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق 4 فروری کو ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومتی محکموں عدلیہ، تعلیم، معارف، ملکی خدمات، اصلاحی ادارے وغیرہ تمام محکموں میں بدعنوانی اور فساد اپنی آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ان مصائب اور مشکلات کے علاوہ تکالیف، حکومتی فساد، رشوتوں اور سفارشوں نے مظلوم افغان عوام کی زندگی اجیرن بنادی ہے۔
مذکورہ رپورٹ کے تین دن بعد 7 فروری بروز جمعرات اقوام متحدہ نے اپنی ایک آزاد رپورٹ میں اعلان کیا کہ افغانوں نے گذشتہ سال کے دوران تقریبا 4 کروڑ ڈالر کی رشوت لی ہے۔اس رپورٹ کے مطابق افغانستان کے آدھے شہری اس وقت رشوت دینے پر مجبور کیے گئے ہیں۔

ہلاکتیں اور عام لوگوں پر مظالم بھی جارحیت پسندوں کی جانب سے بڑھ گئے ہیں۔ یہاں تک کہ 12 فروری کو صوبہ خوست میں میڈیکل کالج کا ایک طالب علم شہید کردیا گیا۔اسی دن داخلی فوجیوں کے اعتراف کے مطابق صوبہ قندہار ضلع سپین بولدک میں 1 شخص کو شہید اور 3 کو زخمی کیا گیا۔
اس کے اگلے روز صلیبی جارحیت پسندوں نے فضائی کارروائیوں کے دوران صوبہ کنڑ میں گورنر کے اعتراف کے مطابق 5 بچے، 4 خواتین اور 1 آدمی کو شہید کردیا گیا۔ بعدازاں صلیبی جارحیت پسندوں نے اعلان کیا کہ انہوں نے کارروائیوں میں 13 طالبان شہید کردیے ہیں۔
ملک میں عام لوگوں کو اذیتیں دینے کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ 14 فروری بروز ہفتہ صوبہ میدان وردگ کے نہتے شہریوں نے کئی مہینوں سے صلیبیوں کے جاری مظالم سے بیزاری کا اظہار کیا۔انہوں نے قندہار کابل شاہراہ بند کردی جس کے نتیجے میں صلیبی جارحیت پسندوں نے ایک طالب علم کو شہید کردیا۔ جس سے ایک بار پھر مظاہروں کا آغاز ہوگیا۔ مذکورہ طالب علم کو مظاہروں سے ایک دن قبل گھر سے اٹھالیا گیا تھا جسے بعدازاں قتل کردیا گیا۔
جسمانی تشدد اور قتل کے مظالم میں اب اس قدر اضافہ ہوا ہے کہ کبھی کبھی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے درمیان اختلاف کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ کابل انتظامیہ کے صدر حامد کرزئی نے بمباریوں میں بے گناہ عوام کے گھروں پر بمباریوں سے منع کیا مگر افسوس ہے کہ خارجیوں نے ان کے بیان کو کچھ بھی اہمیت نہ دی۔ 14 فروری بروز ہفتہ صدر موصوف جذباتی ہوگئے اور اپنے داخلی حکام کو اپنے آقاؤں سے فضائی تعاون طلب کرنے سے منع کردیا۔
اسی وقت افغانستان میں صلیبی جارحیت پسندوں کے کمانڈر جنرل جوزف نے اس فیصلے کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اس بات سے خارجی فوجیوں کی کارروائیوں پر کسی قسم کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ جنرل جوزف کے اس اعلان سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ عام لوگوں کے قتل کا سلسلہ حسب سابق جاری ہے، کرزئی کا حکم انہیں ان تمام جرائم سے روک نہیں سکتا۔
جیل میں قیدیوں پر ہونے والے مظالم کے بارے میں اقوام متحدہ نے ایک بار پھر اطلاع دی، بعدازاں کرزئی کی متعین کردہ کمیٹی نے بھی اس رپورٹ کی تائید کردی۔ دوسری طرف سیکیورٹی اداروں نے اس رپورٹ کی تصدیق سے انکار کردیا۔ مگر 18 فروری بروز پیر ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ پکتیا جیل میں قیدیوں کے ہڑتال کے نتیجے میں ان پر شدید مظالم ڈھائے گئے۔ قیدیوں نے بتایا کہ انہیں جیل کے اندر بھی زنجیروں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا جاتا ہے۔ انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔
ایک طرف قیدیوں کا مسئلہ ایک بین الاقوامی مسئلہ کی صورت اختیار کرگیا ہے دوسری طرف کرزئی اپنی ناتوانی کے باعث ان جرائم کو روکنے میں ناکام ہو رہا ہے۔اس لیے کرزئی نے حکم دیا ہے کہ جیلوں میں کیمرے نصب کیے جائیں تاکہ اس غیر انسانی اور غیر اخلاقی رویے کا خاتمہ کیا جاسکے۔
افغانستان کے نہتے عوام کو طرح طرح کی اذیتوں کا سامنا ہے۔ ایک طرف صلیبی جارحیت پسند سیکیورٹی اداروں کے نام پر چوروں اور ڈاکوؤں کے جتھے منظم کررہے ہیں۔ دوسری طرف افغانستان کے مظلوم عوام سختیاں برداشت کررہے ہیں۔
19 فروری بروز منگل صوبہ غزنی کے رہائشیوں نے احتجاجی مظاہروں میں سیکیورٹی کمپنیوں کے اہلکاروں سے شکایت کی اور ان پر بلاوجہ اذیتیں دینے، چوری اور قتل کا الزام لگایا۔
اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق 2012 میں شہید اور زخمی ہونے والے عام ملکی لوگوں کی کل تعداد 7559 ہے۔ یوناما کی رپورٹ میں آیا ہے کہ یہ اعداد گذشتہ چھ سالوں کی بہ نسبت سب سے کم اعداد ہیں، اس کے باوجود کرزئی اور اقوام متحدہ عام لوگوں کے قتل اور خارجیوں کی وحشیانہ بمباریوں سے پریشان ہیں۔ یوناما نے ان جرائم کے ارتکاب کا ذمہ دار مجاہدین کو قرار دیا ہے۔ مگر امارت اسلامیہ افغانستان نے ایک بار پھر اس بے بنیاد دعوے کی تردید کی ہے اور اسے جانبدارانہ اور بے بنیاد قرار دیا ہے۔
رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ رواں سال کے دوران ڈرون حملوں میں 72 فیصد اضافہ ہوا ہے جس میں سینکڑوں عام لوگ شہید اور زخمی ہوگئے ہیں۔

21فروری کو صلیبی جارحیت پسندوں نے داخلی کٹھ پتلیوں کی مدد سے صوبہ لغمان میں بمباری کی جس میں مالی نقصانات کے علاوہ 7افراد شہید اور 4زخمی ہوگئے۔ یہ حادثہ کرزئی کے اس فرمان کے پانچ روز بعد پیش آیا جس میں کرزئی نے نیشنل آرمی کو جارحیت پسندوں سے فضائی تعاون مانگنے سے منع کیا تھا۔ یہ واقعہ بذات خود کرزئی کے بااختیار شخصیت ہونے کے حقائق کی وضاحت کرتا ہے ظلم اور وحشت کا خاتمہ یہیں پر نہیں ہوا بلکہ 24فروری بروز اتوار میدان وردگ کے شہریوں پر بے دریغ بم برسائے گئے جس کے ردعمل میں میدان وردگ کے شہریوں نے کئی مرتبہ مظاہرے کیے اور یہ فیصلہ کیا کہ اگر ان مظالم کا سلسلہ دراز ہوجاتا ہے تو ہم اپنے گھر چھوڑنے پر مجبور ہوں گے۔ مگر پھر کرزئی نے اپنے آقاؤں سے درخواست کی کہ اس صوبے پر ہونے والی بمباریوں کو 2ہفتوں تک موقوف کیا جائے۔ پھر بھی صلیبی جارحیت پسندوں نے اعلان کیا کہ وہ لوگوں کے اس مطالبے پر غور کریں گے۔ مگر ایساف کے ترجمان نے اس واقعے کی سختی سے تردید کی اور اسے خارجی فوجیوں پر الزام قرار دیا۔

اسی وقت امریکیوں نے فیصلہ کیا کہ یہ اسے اچانک واقعہ قرار دے۔ ایک فرانسیسی ذریعے نے امریکی حکام کے حوالے سے بتایا کہ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ کرزئی نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے۔ امریکی وزارت دفاع کے ترجمان جارج لٹل نے کہا ہے کہ پینٹاگون کابل حکومت سے اس واقعے کی وضاحت طلب کرے گا، مگر خارجی فوجیوں کا میدان وردگ سے نکلنا انتہائی مشکل امر ہے۔

روزنامہ لاس اینجلس ٹائمز نے اپنی نئی رپورٹ میں الزام لگایا ہے کہ امریکا اور اس کے داخلی کٹھ پتلی عام سول افراد کے اغواء اور مظالم میں ملوث ہیں۔ مذکورہ روزنامہ نے کرزئی کے اس فیصلے کو صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کے درمیان روابط کے خراب ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

25فروری بروز پیر ایک بار پھر صلیبی جارحیت پسندوں نے کرزئی کے اس فرمان کے خلاف بے گناہ اور مظلوم لوگوں پر بمباری کرکے انہیں شہید کردیا۔ رپورٹوں کے مطابق اس بمباری میں کم از کم 5افراد ننگرہار کے ضلع حسارک میں شہید کردیے ہیں۔

داخلی اور خارجی ذرائع ابلاغ کے مطابق اس مہینے کے دوران 53عام افراد شہید اور 14زخمی ہوگئے ہیں۔ اس کے علاوہ 78افراد مزید صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کی جانب سے آپریشنوں اور گھروں کی تلاشی کے دوران گرفتار کرکے صلیبی جارحیت پسندوں کے توسط سے سیکیورٹی اداروں کے حوالے کردیے گئے ہیں۔

نقصانات چھپانے کا نیا طریقہ :

افغان کٹھ پتلی ہمیشہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ اپنے آقاؤں کی تقلید کرتے ہوئے ہمارے ہم وطنوں کے ساتھ تلاشی کے دوران وہی رویہ اپنائیں جو غیر ملکی لوگوں کا ہوتا ہے۔ اسی لیے ننگرہار میں سیکیورٹی ادارے پر جب حملہ ہوا تو اہلکاروں نے صحافیوں پر تشدد شروع کردیا۔ وہ چاہتے تھے اپنے ہلاک ہونے والے افراد کا بدلہ انہیں سے لے لیں۔ صحافیوں سے ان کے وسائل چھین لیے گئے تاکہ خبروں کی تفصیلات کو چھپایا جاسکے۔ یہ طریقہ انہوں نے اپنے خارجی آقاؤں سے سیکھا ہے۔ یہ ایک نیا طریقہ ہے۔ اس سے اگلے روز شمالی زون کی صحافی تنظیموں نے اعلان کیا کہ شمالی صوبوں میں صحافیوں پر تشدد کے واقعات میں اضافہ ہورہا ہے۔ امارت اسلامیہ افغانستان نے بھی اپنے ایک اعلامیے میں ان صحافیوں پر ہونے والے مظالم کی سختی سے مذمت کی۔ حالانکہ کرزئی نے 23فروری بروز ہفتہ اپنے ملک میں اظہار رائے کی آزادی کو بے مثال قرار دیا اور اسے اپنی حکومت کے لیے ایک بڑی کامیابی قرار دیا۔

افغانوں کے قاتلوں کی براءت :

کچھ عرصہ قبل ایک باضمیر افغان فوجی کو صلیبی فوجیوں پر فائرنگ کرکے انہیں قتل کرنے کی وجہ سے پھانسی کی سزادی گئی مگر 21فروری بروز جمعرات ایک عدالت میں دو برطانوی فوجیوں کو بری کرکے آزاد کردیا گیا جن پر عام لوگوں کے قتل کا الزام تھا۔ ان دو اہلکاروں نے 15 ستمبر 2012 کو افغانستان میں ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

افغانستان کی تعمیر نو:

4فروری بروز پیر ذرائع ابلاغ نے دارالحکومت میں درجنوں بچوں کے اموات کی خبر دی۔ یہ معصوم بچے سردی اور برفباری کے باعث اس وقت لقمہ اجل بن گئے جب خارجی ممالک کی جانب سے روزانہ کروڑوں ڈالر افغانستان کی تعمیر نو کے نام پر کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو دیے جاتے ہیں۔ یہ ڈالر بعد ازاں حکومتی کاسہ لیسوں کے ہاتھوں میں ختم ہوجاتے ہیں۔ اصل مستحقین یوں ہی رہ جاتے ہیں حتیٰ کہ لوگ غربت اور بھوک کے باعث اپنے بچے بیچ کر گذارہ چلانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔

حکومتی اور اخلاقی فساد:

اگرچہ اقوام متحدہ مسلسل کابل حکومت کی حمایت کرکے جارحیت کو قانونی شکل بخشتا رہا ہے۔ ہمیشہ سے مجاہدین کو انسانی حقوق کی پامالی کرنے والا قرار دیتا رہا ہے، موجودہ حالات میں بھی اس حکومت کے خلاف کوئی اقدام نہیں اٹھایا کچھ اعترافات اور راز ہیں جن کا انکشاف کیا گیا ہے۔

شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق 4فروری کو ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومتی محکموں عدلیہ، تعلیم، معارف، ملکی خدمات، اصلاحی ادارے وغیرہ تمام

حکموں میں بدعنوانی اور فساد اپنی آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ ان مصائب اور مشکلات کے علاوہ تکالیف، حکومتی فساد، رشوتوں اور سفارشوں نے مظلوم افغان عوام کی زندگی اجیرن بنادی ہے۔

مذکورہ رپورٹ کے تین دن بعد 7 فروری بروز جمعرات اقوام متحدہ نے اپنی ایک آزاد رپورٹ میں اعلان کیا کہ افغانوں نے گذشتہ سال کے دوران تقریباً 4 کروڑ ڈالر کی رشوت لی ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق افغانستان کے آدھے شہری اس وقت رشوت دینے پر مجبور کیے گئے ہیں۔

نہ صرف حکومتی فساد بلکہ اخلاقی فساد بھی کابل انتظامیہ میں بڑھ گیا ہے۔ 24 فروری بروز اتوار لندن سے چھپنے والے روزنامہ انڈیپنڈنٹ نے خبردی ہے کہ کابل انتظامیہ کی پولیس پر بھی لوگوں کے ساتھ بدسلوکی اور بچوں کے ساتھ جنسی زیادتیوں کاالزامات لگائے گئے ہیں۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ پولیس منشیات کی اسمگلنگ اور عوام کے قتل میں بھی ملوث ہے۔ خبر میں مزید کہا گیا ہے کہ ضلع ہلمند کے ضلع سنگین میں پولیس قتل، ڈاکے، اغوابرائے تاوان اور بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی میں ملوث ہے۔ اس علاقے کے پولیس کے سربراہ نے ان جرائم کا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ جنسی زیادتی بچوں کی رضامندی سے ہوتی ہے اور یہ بچے خود ان کی چیک پوسٹوں پر آتے ہیں۔

ایک اور آزاد خبر کے مطابق 24 فروری بروز منگل انگریزی ذرائع ابلاغ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ: صوبہ ہلمند کی پولیس اپنا اسلحہ اور دیگر طالبان پر بیچ دیتی ہے۔ حکومتی اور اخلاقی فساد، رشوت، ڈاکہ زنی اور منشیات پولیس اہلکاروں کے اہم کارنامے ہیں۔ ان مذکورہ جرائم کے علاوہ گذشتہ ماہ کے دوران صوبہ فراہ میں 5 پولیس اہلکاروں نے مل کر ایک صراف کو اغوا کرلیا جن کی مجرم کی حیثیت سے بعد میں پہچان ہوئی۔

صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں سے نفرت:

ان حالات میں جب صلیبی غاصب اور ان کے داخلی کٹھ پتلی سیکیورٹی کی ذمہ داریاں افغان آرمی کے حوالے کرنے کی کوشش میں ہیں اوپر ذکر ہونے والے مظالم کے خلاف عوام کی نفرت اور بیزاری میں اور بھی شدت آتی جارہی ہے۔ ایسا کوئی دن نہیں ہوتا کہ جس میں ملک کے کسی کونے میں ان کے خلاف عوامی نفرت عملی طور پر دیکھنے میں نہ آئے۔ صوبہ میدان وردگ کا آخری واقعہ اس نفرت کا اہم واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ 11 فروری بروز پیر صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار میں لوگوں نے بدامنی کی شکایت کی اور کٹھ پتلی حکومت کے کارکنوں کو سیکیورٹی اور امن وامان قائم رکھنے میں ناکام قرار دیا۔

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت :

جرائم کی معافی بھی افغانستان میں صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے ملکی کٹھ پتلیوں کے درمیان سخت نزاعی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کرزئی نے جب یکم ربیع الاول کو واشنگٹن کا دورہ کیا اور وہاں بارک اوباما کے ساتھ خارجی فوجیوں کی موجودگی اور مالی تعاون پر بات چیت کی۔ بارک اوباما نے کرزئی سے کہا کہ 2014 کے بعد امریکی فوجیوں کے لیے جرائم کی معافی ہوگی۔ کرزئی نے سی این این سے گفتگو کرتے ہوئے اطمینان دلایا کہ انہوں نے اپنی حکومت کے اہلکاروں کو اس بات پر راضی کرلیا ہے کہ صلیبی فوجیوں کو جرائم کی معافی تسلیم کرلی جائے۔ اس کے اگلے دن جرائم کی عام معافی کے لیے لویہ جرگہ میں اعلان کیا گیا۔

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت کا سلسلہ اور بھی تیزی سے جاری ہے۔ ہوسکتا ہے اس کا ایک سبب صلیبی جارحیت پسندوں کے مذکورہ مظالم کا ردعمل ہو۔ اس مہینے کے دوران 540 افراد پولیس، ملی اردو اور دیگر اداروں سے الگ ہو کر امارت اسلامیہ سے آکر مل گئے۔ شمولیت کے واقعات میں ایک اہم واقعہ 12 فروری کو صوبہ بادغیس ضلع قادس میں پیش آیا جہاں 43 افراد دو میلہ بھاری اسلحہ، دو راکٹوں، 39 میل کلاشنکوف، 20 موٹر سائیکلوں کے ساتھ مجاہدین سے مل گئے۔ اسی طرح صوبہ دایکنڈی میں 15 فروری کو ایک کمانڈر 50 افراد اور اسلحہ کے ساتھ مجاہدین میں شامل ہو گیا۔ جس کا اعتراف اس صوبے کے گورنر نے بھی کیا ہے۔ 124 افراد پکتیکا میں، 84 افراد پکتیا میں اور 38 افراد صوبہ لغمان میں مجاہدین سے مل گئے۔

الفاروق آپریشن :

الفاروق آپریشن گذشتہ ایک سال سے انتہائی شدت سے جاری ہے اور اس نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ہم یہاں صرف مشت نمونہ از خروارے کے طور پر ایک نمونہ ذکر کریں گے۔

7 فروری بروز اتوار تین بڑے حملے ملک میں کابل، لوگر اور ننگرہار میں ہوئے، جس میں درجنوں کارکنوں زخمی اور قتل ہوگئے۔ رپورٹوں میں بتایا گیا ہے کہ جلال آباد میں ملی امنیہ کے 10 کارکن زخمی اور قتل ہوئے۔ اور 20 پولیس اہلکار لوگر میں برہ کی برک کے ضلع میں زخمی اور ہلاک ہوئے۔ یہ تین بڑے حملے جس میں 30 افراد ہلاک ہوگئے۔ مجاہدین کے حملوں میں اضافہ اور قوت ایک واضح حقیقت ہے۔ مگر پھر بھی حقیقت یہ ہے کہ صلیبی جارحیت پسند اور ان کے کٹھ پتلی اس حقیقت سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔

اس واقعے کے بعد 27 فروری کو ایک فدائی مجاہد نے نیشنل آرمی کے افسروں کو اپنے حملے کا نشانہ بنایا۔ جس میں کم از کم 17 افراد ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ اسی

روز امارت اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین نے باسٹین کیمپ کو اپنے راکٹ حملوں کا نشانہ بنایا۔ صلیبی جارحیت پسندوں نے ان تمام حملوں کا اعتراف کیا ہے۔ مگر نقصانات کے متعلق معلومات دینے سے گریز کیا۔ یہ کیمپ افغانستان میں صلیبی جارحیت پسندوں کا سب سے بڑا کیمپ ہے جو ستمبر کے مہینے میں بھی ایک مرتبہ مجاہدین کے سخت حملے کا نشانہ بنا اور درجنوں صلیبی جارحیت پسند اس میں ہلاک ہوگئے اور ریڈار سمیت 8 طیارے تباہ ہوگئے۔

آقا کے بچے کی غلطی :

صلیبی جارحیت پسندوں نہ صرف افغانستان میں وحشی مظالم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ قتل، اغواء اور چوری کے ناقابل معافی جرائم پر فخر بھی کرتے ہیں۔ برطانوی شہزادہ بھی دو مرتبہ اسی نیت سے افغانستان آیا تھا اور جب لندن آیا تھا تو وہاں کہا کہ: میں نے اپنی خدمات کے دوران بہت سے افغانوں کو مارا ہے۔ اور اس نے اس پر فخر کیا۔ یہی وجہ تھی کہ 5 فروری بروز منگل کابل انتظامیہ کے صدر حامد کرزئی نے اپنے اپنے آقا کے اس بچے کو ایک جذباتی جوان قرار دیا اور ان باتوں کو اس کی ایک غلطی قرار دیا۔

آقا کے فرار کے بعد سقوط کا اعتراف :

کابل انتظامیہ ہر وقت خود کو تسلی دیتی رہتی ہے کہ اپنے آقاوں کے جانے کے بعد وہ مجاہدین سے مقابلے کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں مگر حامد کرزئی نے 4 فروری بروز پیر لندن میں ایک کانفرنس میں یہ بات کہی کہ صلیبی جارحیت پسندوں کے جانے کے بعد صوبہ ہلمند کا امن بہت خراب ہوگیا ہے۔ حالانکہ کابل حکومت 40 کفریہ ممالک کے تعاون سے یہ آپریشن سرانجام دے رہی ہے۔

فرمائشی فتوا کا مطالبہ :

اپنے صلیبی آقاوں سے مایوسی کے بعد کابل حکومت نے فیصلہ کیا کہ اسلامی ممالک کے علماء کو جمع کیا جائے اور ایسا فرمائشی فتوی حاصل کیا جائے جو صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں سے جنگ اور خصوصا فدائی حملوں کو حرام قرار دے۔ امت مسلمہ کے علماء کرام نے ان کا یہ مطالبہ قبول نہ کیا۔ کرزئی نے ایک بار پھر 4 فروری کو قاہرہ میں علماء کرام سے مطالبہ کیا کہ یہ فرمائشی فتوی جاری کردیں۔ علماء کرام نے ایک بار پھر ان کا یہ مطالبہ مسترد کردیا۔ بہت زیادہ مایوسی کے بعد ارگ {صدارتی محل} کے علماء نے پاکستان سفر کیا اور کوشش کی کہ اس ملک کے علماء کو اطمینان دلا کر انہیں صلیبی جارحیت پسندوں کی حمایت کے لیے راضی کردیں۔ کچھ علماء ان کے ساتھ بیٹھے، جب یہ وفد واپس کابل آیا تو اس اجلاس کے متعلق ایک اعلامیہ نشر کیا۔ 14 فروری کو پاکستانی علماء نے اس اعلامیہ کو تحریف شدہ قرار دیا۔ طاہر اشرفی نے صحافیوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ افغانستان میں امن قائم ہوجائے مگر میں کسی کے خلاف فتوی نہیں دیتا۔

اس شرمندگی کے بعد کرزئی انتظامیہ نے 23 فروری کو یہ فیصلہ کیا کہ یہ کانفرنس پھر ریاض میں ہوگا اور یا قاہرہ ہی میں ہوگا تاکہ تمام اسلامی دنیا کے علماء کرام اس میں شرکت کریں۔ مگر اسلامی دنیا کے علماء کرام یہ جانتے ہیں کہ اس اجتماع میں شرکت ایک ناجائز کام ہے کیوں کہ یہ اجتماع امریکا کی سربراہی اور جہاد اور مجاہدین کے خلاف منعقد ہو رہا ہے۔

نیشنل آرمی کا فرار:

7 فروری کو ذرائع ابلاغ نے صوبہ بلخ کے خواتین کے امور کے سربراہ کی یورپ کو فرار ہونے کے متعلق رپورٹ دی۔ اس حال میں کہ ہر دن افغانستان میں تعمیر نو کے خادم جو سر تا پا ڈالروں میں غرق ہیں اور کچھ سفارتکار جو افغانستان کا سارا سرمایہ کھا چکے ہیں اب خارجی ملکوں کو بھاگ رہے ہیں۔

قانونی تحفظ:

جرائم کی معافی بھی افغانستان میں صلیبی جارحیت پسندوں اور ان کے ملکی کٹھ پتلیوں کے درمیان سخت نزاعی مسئلہ بنا ہوا ہے۔ کرزئی نے جب یکم ربیع الاول کو واشنگٹن کا دورہ کیا اور وہاں بارک اوباما کے ساتھ خارجی فوجیوں کی موجودگی اور مالی تعاون پر بات چیت کی۔ بارک اوباما نے کرزئی سے کہا کہ 2014 کے بعد امریکی فوجیوں کے لیے جرائم کی معافی ہوگی۔ کرزئی نے سی این این سے گفتگو کرتے ہوئے اطمینان دلایا کہ انہوں اپنی حکومت کے اہلکاروں کو اس بات پر راضی کرلیا ہے کہ صلیبی فوجیوں کو جرائم کی معافی تسلیم کرلی جائے۔ اس کے اگلے دن جرائم کی عام معافی کے لیے لویہ جرگہ میں اعلان کیا گیا۔ دوسری طرف امریکی وزیر دفاع چیک ہیگل نے یہ اعلان کیا کہ 2014 کے بعد افغانستان میں امریکی فوجیوں کا رہنا اور ان کا قانونی تعاون انتہائی اہم ہے کیوں کہ وہ کسی بھی مسئلے میں اپنا ایک بھی فوجی ضائع کرنا نہیں چاہتے۔

قانونی امور پر بحث اس وقت زیادہ گرم ہوئی جب ایک امریکی فوجی نے ہلمند میں 4 عام افراد کو شہید کردیا۔ جس کا نمائشی کیس امریکا منتقل ہوگیا۔ اور ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اسے ذہنی بیماری میں مبتلا ہونے کے بہانے سے چھوڑ دیا گیا۔ اور دوسری عجیب بات یہ ہے کہ نیشنل آرمی کا ایک فوجی جس نے صوبہ لغتاب میں فائرنگ کرکے چھ صلیبی فوجیوں کو ہلاک کردیا تھا، ذہنی بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود اسے پھانسی کی سزا دی گئی۔

یک طرفہ معاہدہ :

صلیبی فوجیوں کے دائمی سفیر ایچ ڈالڈیر نے ناٹو اتحاد کے 21 فروری کے اجلاس کی ایک نشست میں کہا کہ امریکا اپنے معاہدوں میں ان فوجیوں کے تعداد ظاہر نہیں کرتا جو 2014 کے بعد یہاں رہیں گے۔ امریکی فوجیوں کی صحیح تعداد

پر اب تک اتفاق ہوا ہی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ اصلی معاہدہ دو ممالک کے درمیان ہو اور ملک کے اصل مصلحت کار اس سے بے خبر رہیں۔

بڑے فوجی بیس سے فرار:

10 فروری بروز اتوار صلیبی جارحیت پسندوں نے بگرام کے ایک بڑے بیس سے اپنا سامان اور آلات نکالنے شروع کر دیے۔ رپورٹوں کے مطابق کہا جاتا ہے 30 کنٹینر جو اہم وسائل سے بھرے ہوئے تھے اس بیس سے نکل گئے۔ صلیبی جارحیت پسند اس لیے اپنے وسائل کے اخراج میں اتنی جلدی دکھا رہے ہیں تاکہ ان کے کٹھ پتلی یہ سمجھیں کہ ان کے نکلنے کے بعد صلیبی جارحیت پسندوں کے وسائل ان کے لیے رہ جائیں گے۔ دوسری طرف 13 فروری کو اوباما نے اعلان کیا کہ 2014 سال کے آغاز تک افغانستان سے 34 ہزار فوجی نکال دیے جائیں گے۔ امریکی جارحیت پسندوں نے 2012 میں اپنے 33 ہزار فوجی نکال دیے ہیں۔

حالیہ دنوں میں صلیبی جارحیت پسند فوجیوں کا کمان جوزف ڈنفو کے حوالے کیا گیا۔ جوزف جس نے اپنا کام اس عہد سے شروع کیا ہے کہ نیشنل آرمی کو مضبوط کریں گے۔ گذشتہ گیارہ سالوں کے دوران کئی کئی بار اس عہد کا تکرار کیا گیا مگر اب تک یہ عملی طور پر سامنے نہیں آسکا۔ بلکہ اس کے برعکس کام ہوا، نیشنل آرمی روز بروز کمزور ہو رہی ہے۔ جنرل جوزف نے کمان سنبھالتے وقت کہا تھا کہ افغانستان کے لوگوں کی خدمت کے بارے میں میرا فیصلہ تبدیل نہیں ہوا ہے اور دوسری طرف صلیبی جارحیت پسند فوجی ہیں جو درجنوں بچوں اور خواتین کو اپنی جارحیت کی خدمت کے بدلے شہید کر رہے ہیں۔

اسی سلسلے میں 21 فروری بروز جمعرات صوبہ ہرات ضلع شینڈنڈ بھی خالی کر دیا گیا۔ ان اواخر میں صلیبی جارحیت پسند چاہتے ہیں کہ اپنے تمام وسائل ملک کے کونے کونے سے بڑے مراکز میں لا کر جمع کر دیں۔ تاکہ بھاگنے کے لیے راستہ ہموار رہے۔

صلیبی جارحیت پسندوں کے ایک فرمان میں آیا ہے کہ وہ مغربی صوبوں سے مکمل طور پر نکل چکے ہیں اور شمالی صوبوں کی سیکیورٹی ان کے پہلی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ الناتوی افواج کے ان صوبوں سے فرار نے انہیں سخت بدحواس کر دیا ہے۔ حال یہ ہے کہ ان صوبوں میں مجاہدین کی کارروائیاں روز بروز بڑھ رہی ہیں اور صلیبی دشمن سخت پریشان ہیں۔

نیا ڈھول:

صلیبی جارحیت پسند ہر وقت کابل انتظامیہ سے تعاون کرتے وقت کوئی نہ کوئی مطالبہ ہر وقت کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ دینی امور میں بھی ان کا مطالبہ ہوتا ہے کہ کچھ نرمی اختیار کریں۔ کابل انتظامیہ بھی بلاچون وچرا ان کے مطالبات تسلیم کرتی ہے۔ 20 فروری کو ناٹو اتحاد کے سربراہ نے کابل حکومت سے مطالبہ کیا کہ آئندہ تعاون کرنے کے بدلے وہ خواتین کے حقوق کے لیے بہت زیادہ کوششیں کریں گے۔ یہ ایک نیا ڈھول ہے جس کی تاپ پر کابل حکومت کو رقصایا جائے گا۔

2013 سال کے اوائل میں صلیبی جارحیت پسندوں نے ایک فرمان کے ذریعے چاہا کہ ہمیشہ کے لیے دنیا کو غافل کر دیں تو اس لیے کہا کہ مجاہدین اب مزید ان فوجیوں کے خلاف مقابلے کی قوت نہیں رکھتے۔ ان کے مطابق اس دعوے کی دلیل یہ ہے کہ 2012 میں مجاہدین کے حملوں میں 7 فیصد تک کمی آئی ہے۔ صلیبی جارحیت پسندوں کے نقصانات میں بھی کمی آئی ہے۔ دوسری طرف ناٹو نے 27 فروری کو اعلان کیا کہ "اس فرمان میں دو جگہ اشتباہ ہے۔ نہ طالبان کے حملوں میں کمی آئی ہے اور نہ ناٹو کے نقصانات میں کمی آئی ہے"۔

صلیبی جارحیت پسندوں نے یہ رپورٹ اپنے ہارے ہوئے فوجیوں کا حوصلہ برقرار رکھنے کے لیے دی۔ امریکی وزارت دفاع کے ترجمان نے اس جھوٹ کو تسلیم کر لیا ہے اور نشر کرنے سے احتراز برتا۔

خراب نمک:

مشہور ضرب المثل ہے کہ چیزوں کو صاف رکھنے کے لیے نمک کو استعمال کرنا چاہیے، اور اگر نمک بھی خراب ہو گیا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ صلیبیوں نے جب افغانستان پر حملہ کر کے اسے اپنی کالونی بنا دیا اور حکومت کی حمایت حاصل کرنے کے لیے اتحادی ممالک کو ساتھ لے کر یوناما کے نام سے ایک نیا ادارہ قائم کر دیا۔ یہ ادارہ حکومت اور دیگر خارجی اداروں کی سرپرستی کرنے کے لیے بنایا گیا۔ تاکہ یہ حکومتیں اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے ادا کر دیں۔ مگر 28 فروری بروز جمعرات وال سٹریٹ نامی ایک روزنامہ اخبار نے یوناما کے فساد اور تباہی کے متعلق خبر دی۔ اس رپورٹ کے مطابق 2002 کے بعد یوناما میں کروڑوں ڈالروں کا گھپلہ چل رہا تھا، جس نے افغانستان کو سرتاپا گھیر لیا ہے خارج اداروں میں فساد کے متعلق پہلے بھی رپورٹیں شائع کی گئی ہیں مگر یوناما میں فساد کی موجودگی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یوناما خارجی ملکوں کے تعاون سے افغانستان کے نام پر چوری اور لوٹ مار کا ادارہ ہے۔

تحریر: زلمی افغان

تھکے ہارے امریکی فوجی

نیویارک ٹائمز افغانستان کے حوالے سے حالیہ رپورٹ میں لکھتا ہے: "دوسال پہلے امریکی بحری میرینز کے کمانڈر جنرل جیمزاموس ہلمند میں اپنے فوجیوں کے ساتھ کرسمس کے پروگراموں میں شرکت کے لیے ہلمند گیا۔ اس نے ایک دن میں گیارہ فوجی اڈوں کا دورہ کیا۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق جنرل آموس نے کہا: ہلمند میں ہزاروں بحری میرینز فائرنگ اور دھماکوں کی آوازوں سے اب مانوس ہوگئے ہیں۔ اپنے ساتھیوں کی مسلسل ہلاکتوں نے انھیں اپنی زندگیوں سے مایوس کردیا ہے۔ مٹی کے کچے مورچوں میں بیٹھنے سے اکتا گئے ہیں۔ ہر وقت مٹی سے آلودہ چہرے لیے اڈوں میں پڑے رہتے ہیں۔ نیورک ٹائمز لکھتا ہے کہ ہلمند اس وقت ان کے لیے موت کا کنواں بن گیا ہے۔"

پینٹاگون کے اکثر حکام کی توقعات کے برعکس امریکی حکام نے ہلمند کو افغانستان میں جاری مزاحمت کے خاتمے کے لیے مرکز قرار دیا اور اس علاقے پر زیادہ توجہ مرکوز رکھی۔ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں شدید آپریشن بھی کیے گئے۔ اس سلسلے میں سمندری فوجیوں نے بھی سخت نقصانات اٹھائے۔ نیورک ٹائمز کے مطابق ہلمند میں اب تک کم ازکم 340 فوجی ہلاک اور 4000 سے زائد زخمی ہوچکے ہیں جن میں سے اکثر شدید زخمی ہیں۔

اب ہلمند میں بحری فوج کی تعداد کم ہوکر 7000 تک پہنچ گئی ہے۔ جب کہ عروج کے دور میں یہ تعداد 21000 تک پہنچ گئی تھی۔ کسی وقت پورے ہلمند میں ناٹو کے 240 فوجی مراکز تھے مگر اب ان سب میں سے صرف 44 فوجی مراکز باقی ہیں جن میں سے بھی امریکی فوجی باہر نہیں نکلتے۔ تو اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہلمند میں اب وہ روزانہ کے شدید معرکے خال خال پیش آنے والے واقعات میں بدل گئے ہیں۔ اس لیے ان کے نقصانات اتنے کم ہوگئے ہیں کہ اس سال صرف ایک بحری فوجی جنگ میں ہلاک ہوا ہے۔

بحری میرینز کے سب سے بڑے مرکز (Camp Leatherneck) کسی وقت بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں سے بھرا رہتا تھا، روزنامہ کے مطابق اب ویران اور مٹی سے بھرا جنات کی آماجگاہ بنا رہتا ہے۔ نیویارک ٹائمز مزید لکھتا ہے کہ بحری فوج کے جنرل جیمزاموس گذشتہ مہینے اپنے فوجیوں کی حالت قریب سے دیکھنے کے لیے خود ہلمند گیا تھا۔ انہوں نے ہلمند میں اپنے فوجیوں سے کہا آج سے دوسال بعد یہ علاقہ خالی ہوگا۔

مگر نیوریارک ٹائمز آخر میں لکھتا ہے "لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ اتنی کوششوں کی کیا ضرورت تھی؟ روزنامہ کے مطابق یہ فوج مشرق وسطی، پسفیک اوشین کے آس پاس علاقوں اور افریقہ بھیجی جائے گی۔ سمندری فوج کے کمانڈر جنرل جیمزاموس نے کہا کہ اس میں زیادہ شک نہیں کہ ہلمند میں تعیناتی کے لیے دی گئی قربانیاں اس کے قابل تھیں۔ اس کے مطابق ہلمند کے تمام اضلاع میں سڑک کے کنارے بم دھماکے، فدائی حملے اور تشدد سے بھرپور واقعات کی تعداد میں کمی آئی ہے مگر مسلح معرکوں میں اور بھی کمی آنی چاہیے۔ امریکی بحری میرینز کے سربراہ جنرل جیمزاموس نے ہلمند میں بحری فوجیوں کی تعداد میں کمی کے فیصلے کے متعلق نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ: "میرے خیال میں تاریخ نے ثابت کردیا کہ میرا یہ اقدام درست تھا اس لیے نہیں کہ اس

میں خطرات نہیں ہیں یا اس سے حالات تبدیل نہیں ہوں گے مگر میرے خیال میں اس سے زیادہ تغیرات نہیں ہوں گے

مگر کچھ لوگ ایسا نہیں سوچتے۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق بہت سے لوگوں کو یہ خطرہ ہے کہ ہلمند سے بحری فوجیوں کے نکلنے کے ساتھ ہی مسلح طالبان اس علاقے میں گھس جائیں گے۔ گذشتہ ایک سال میں ہلمند کے اکثر اضلاع میں بدامنی بڑھ گئی ہے۔ روزنامہ کے مطابق ہلمند میں مقامی حکومت نے اس قدر بدامنی اور فساد برپا کر دیا ہے کہ پولیس افسران پر بھی لوگوں پر جنسی تشدد کے الزامات لگائے جاتے ہیں۔ حکومت سے وفاداری کا جذبہ بہت کم ہے۔ امریکا میں کارنیگی مصالحت سینٹر کی ایک محققہ سارہ چائس نے نیویارک ٹائمز کو بتایا: لوگ کبھی بھی ایسی حکومت کی حمایت نہیں کرتے جو انہیں ایذائیں پہنچائے اور تکلیفیں دے۔

ہلمند ضلع سنگین میں (Jackson) آپریشن سینٹر کے فوجی سربراہ ڈونلڈ ٹومیچ نے نیویارک ٹائمز سے کہا: "اب افغانی، افغانی سے لڑیں گے"۔ تجزیہ کاروں اور افغانوں کے مطابق موصوف کا اشارہ امریکیوں کے جاری کردہ اربکیوں کے منصوبے کی جانب تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکی واتحادی فوجی ساری کہ ساری توقعات ،امیدیں اور آسرے ہار چکے ہیں مزید جنگ کی ہمت ان میں نہیں رہی اور طالبان نے جس گیارہ جنگ میں مضبوط مقابلہ کر کے جارحیت پسند فوجیوں کو پیچھے دھکیل دیا اب اس جنگ کے آخری پڑاؤ پر لڑ رہے ہیں۔

◆◆◆◆◆◆

افغانستان کا بجٹ......

ہوشربا بدعنوانیاں

افغانستان کے آئندہ مالی سال کا بجٹ جو 350 ارب افغانی بنتے ہیں لیکن بدعنوانی کا عالم یہ ہے کہ حکومتی سطح پر 200 ارب افغانی کی ریکارڈ کرپشن ہوئی ہے، جو افغانستان جیسے غریب اور دوسروں کی امداد پر قائم ملک کے لئے حیران کن بات ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق گزشتہ ایک دہائی سے زائد عرصے کے دوران افغانستان نے بدعنوانی اور کرپشن میں ریکارڈ قائم کیا۔ ایک ایسے ملک میں جہاں ضروریات زندگی اور دوسرے وسائل کے لئے اس کا انحصار دوسروں پر ہو اس میں بدعنوانی کا یہ رجحان باعث شرم ہے۔

اقوام متحدہ کے سروے کے مطابق 2012 میں افغان حکومت کو کرپشن کی مد میں چار ارب افغانی ملے۔ سروے کے مطابق مغربی افغانستان میں 71 فیصد، شمالی صوبوں میں 60 فیصد، جنوبی صوبوں میں 40 فیصد اور مرکزی صوبوں میں 39 فیصد لوگوں نے رشوت دی۔

ٹوکیو کانفرنس میں افغان حکومت نے بین الاقوامی دنیا سے امداد کی اپیل کی، جو انہوں نے افغان حکومت کو اس شرط پر امداد دینے کا عہد کیا کہ وہ بدعنوانی کا عفریت ختم کرنے کے لئے عملی اقدامات اٹھائے۔ کچھ مدت قبل ایک بین الاقوامی ادارے نے سروے رپورٹ میں لکھا تھا کہ افغانستان بدعنوانی میں پہلے نمبر پر ہے۔ اس رپورٹ کا اعلان ایک ایسے وقت میں کیا گیا کہ عوام کا یہ خیال ہے کہ 2014 کے بعد افغانستان میں بدامنی کی وجہ سے بدعنوانی کی شرح میں خطرناک حد تک اضافہ ہو کر افغان حکومت کے خاتمے کا باعث بنے گی۔ اس میں شک نہیں کہ بدعنوانی میں ملوث افغان حکام ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے عوامل غیر ملکی قوتیں ہیں کیونکہ وہ چاہتی ہیں کہ افغان حکام اس میں مزید بدنام ہو جائیں۔ غیر ملکی سفارت خانے، نیٹو، ایساف اور اس طرح کے دوسرے اداروں کے ٹیکس معاف ہیں، بیشتر غیر ملکیوں نے کرپشن کے ذریعے اپنے ٹیکس معاف کرائے ہیں۔ اب صورتحال یہ ہے کہ افغان حکومت میں کوئی ایک ذمہ دار بھی ایسا نہیں جو بدعنوانی میں ملوث نہ ہو۔ ◆◆◆

جنگی جرائم

سید سعید

{فروری 2013}

یکم فروری 2013ء کو صوبہ غزنی ضلع شلگر میں جارحیت پسند فوجیوں نے ایک دینی عالم مولوی آدم خان کو گرفتار کیا۔ بعدازاں انہیں بدنام زمانہ سیکیورٹی انٹیلی جنس ادارے کے حوالے کردیا گیا جہاں انہیں تشدد کرکے شہید کردیا گیا۔ عینی شاہدین کے مطابق مولوی صاحب کے جسم پر شکنجوں کے شدید زخم تھے۔

2فروری صوبہ قندہار ضلع سپیروان کے علاقے میں غاصب فوجیوں نے لوگوں کے کئی گھر، باغات اور کھیتیاں بلڈوز کرکے ایک وسیع سڑک درمیان سے نکالی۔

2فروری کو جارحیت پسندوں نے صوبہ قندوز ضلع خان آباد کے گاؤں ابراہیم خیل پر چھاپے کے دوران ایک عام مقامی فرد کو گرفتار کرکے قید کردیا

3فروری جارحیت پسندوں اور داخلی فوجیوں نے صوبہ فراہ ضلع بکوا کے علاقے شاگی میں ایک مقامی شخص حاجی آغاولی کے گھر پر چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران مذکورہ گھر میں دھماکہ خیز مواد تو برآمد نہیں کیا جاسکا مگر مذکورہ شخص کو گھر سے نکال کر اپنے رشتہ داروں کے سامنے شہید کردیا۔

5فروری صوبہ ہرات ضلع شینڈنڈ کے علاقے زیرکوہ میں امریکی فوجیوں نے سٹیٹ فائر کرکے 2خواتین کو شہید 3بچوں کو زخمی کردیا۔

پانچ فروری صوبہ فراہ ضلع بالابلوک کے گنج آباد میں داخلی فوجیوں نے 5عام افراد کو گرفتار کرکے جیل میں ڈالدیا۔

7فروری کو صوبہ اروزگان ضلع چہار چینو کے علاقے گوہر گین میں غاصب فوجیوں نے چھاپے کے دوران 2مقامی افراد کو جیل میں ڈال دیا۔

7فروری کو غاصب فوجیوں نے نائٹ آپریشن کے دوران صوبہ کاپیسا ضلع تگاب کے علاقے جالوخیل میں کئی گھروں پر بیک وقت چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران توریالی نامی ایک عام فرد کو شہید کردیا۔ دوسرے گھر میں نورآغا نامی ایک آدمی کو زخمی کردیا۔ آخر میں 75مقامی افراد کو گرفتار کرکے لے گئے ۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ امریکی فوجی صبح تک تلاشی کرتے رہے جس میں کئی گھروں سے خواتین کے زیورات اور قیمتی اشیاء بھی چوری کرکے لے گئے۔

11فروری کو آسٹریلیائی غاصب فوجیوں نے صوبہ اروزگان ضلع دھراود کے علاقے شین کیان میں ایک مقامی شخص کو شہید کردیا۔

13فروری کو جارحیت پسندوں نے ضلع خوست کے علاقے منگو میں چھاپے کے دوران ننگرہار یونیورسٹی میں میڈیکل کے طالب علم احسان اللہ کو شہید کردیا۔ مقتول طالب علم کے رشتہ داروں نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ احسان اللہ ننگرہار یونیورسٹی میں اعلی تعلیم کے حصول میں مصروف تھا اور حال میں وہ تعطیلات گذارنے گاؤں آیا تھا۔ وہ کسی قسم کی مسلح کارروائی میں ملوث نہیں رہا اور نہ ہی کسی گروپ سے تعلق رکھتا تھا۔

13فروری کو جارحیت پسند فوجیوں نے افغان نیشنل آرمی کے ساتھ مل کر صوبہ کنڑ ضلع شیگل کے سولتن درے کے علاقے چوگان میں 10مقامی افراد کو شہید کردیا۔ مقتولین میں 5بچے، 4خواتین اور 1مرد شامل ہیں۔ جبکہ اس واقعے میں 4بچے زخمی بھی ہوئے ہیں۔ کنڑ کے گورنر وحیدی نے مقامی لوگوں کے قتل کا اعتراف کیا ہے۔ اس صوبے کے صوبائی شوری کے سربراہ میا حسن عادل نے خواتین اور بچوں کے قتل کی سختی سے مذمت کی

اور اس حوالے سے کہا کہ وہ اس طرح کی کارروائیوں کی حمایت نہیں کرتے جس سے عوام اور حکومت کے درمیان فاصلے بڑھ جائیں۔

13 فروری کو صوبہ قندہار ضلع سپین بولدک کے علاقے کچی میں جارحیت پسند فوجیوں نے مقامی لوگوں کی گاڑی کو نشانہ بنایا جس میں 3 ملکی افراد شدید زخمی ہوگئے۔ قندہار کے صوبائی حکام نے بھی عوامی لوگوں کے ان نقصانات کا اعتراف کیا ہے۔

14 فروری کو قندہار ضلع بولدک کے علاقے اونکہ میں غاصب فوجیوں نے ایک شادی پر فائرنگ کی جس میں 2 باراتی شہید ہوگئے۔

18 فروری کو جارحیت پسند فوجیوں نے صوبہ قندوز کے مضافاتی گاؤں کوچہ قزاق پر چھاپہ مارا۔ تلاشی کے دوران لوگوں کو شدید نقصانات پہنچائے اور پھر مذکورہ گاؤں سے 5 ملکی لوگوں کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ لے گئے۔

19 فروری کو صوبہ نورستان ضلع غازی آباد کے علاقے ہلیگل میں بغیر پائلٹ طیارے کی بمباری میں 2 مقامی لوگوں کو راہ چلتے ہوئے شہید کر دیا۔ عینی شاہدین کے مطابق حالیہ دنوں میں بغیر پائلٹ طیاروں کی بمباریوں میں 15 مقامی لوگ شہید ہو چکے ہیں۔

20 فروری کو صوبہ قندوز ضلع زال کے گاؤں صافی کوٹ میں بغیر پائلٹ طیاروں کی بمباری میں 2 مقامی لوگوں کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ کھیت میں کام کر رہے تھے۔

21 فروری کو غاصب فوجیوں نے صوبہ لغمان کے علاقے گل آرام میں بمباری کی جس میں 10 مقامی افراد شہید ہوگئے۔ عوام نے اس واقعے کے رد عمل میں مظاہروں اور ریلیوں کا آغاز کر دیا۔ مظاہرین نے جارحیت پسند فوجیوں اور کرزئی انتظامیہ کے خلاف نعرے بازی کی اور قاتلوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

21 فروری کو امریکی غاصبوں نے صوبہ قندوز کے مرکز کے مضافاتی علاقے خواجہ غلطان کے علاقے میں ایک گھر پر چھاپہ مارا۔ تلاشی کے بعد چار مقامی افراد عبدالحق، سیف الرحمن، حیات اللہ، اور دلاور کو شہید کر دیا

25 فروری کو جارحیت پسندوں نے صوبہ لوگر ضلع خوشی کے وزیر کلا علاقے میں چھاپے کے دوران 2 مقامی افراد گرفتار کر دیے۔

25 فروری کو صوبہ ننگرہار ضلع حصارک کے مضافات میں غاصبوں نے بمباری کی جس میں 4 افراد شہید ہوگئے۔

25 فروری کو جارحیت پسندوں نے صوبہ لوگر ضلع برکی برک کے علاقے نوآباد میں چھاپے کے دوران 3 مقامی افراد کو قیدی بنا کر نامعلوم مقام پر لے گئے۔

ماخذ: بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامی چینل، پژواک ویب سائٹ، روھی ویب سائٹ، لراوبر، ویب سائٹ، نن ٹکی آسیا ویب سائٹ، بینوا ویب سائٹ۔

◇◆◇◆◇

حضور ﷺ کی شجاعت

حضور ﷺ سب سے بہادر و دلیر تھے، حضرت علیؓ کا بیان ہے میں نے جنگ بدر کے موقع پر دیکھا کہ ہم لوگ حضور ﷺ کی پناہ لیتے تھے۔ وہ دشمنوں سے سب سے زیادہ قریب تھے، اس دن سب سے زیادہ قوت کا مظاہرہ آپ نے ہی فرمایا، انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب گھمسان کا دن پڑتا ہے سخت مڈبھیڑ ہوتی تھی، تو ہم لوگ حضور کے ذریعہ بچاؤ اختیار کرتے تھے۔ بہادر آدمی ہی جنگ میں آپ کے قریب ٹھہر سکتا تھا، کیونکہ آپ دشمن سے سب سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں: حضور ﷺ جب کسی لشکر سے مقابلہ فرماتے تھے، تو سب سے پہلا وار آپ ﷺ ہی فرماتے تھے، راویوں کا بیان ہے کہ آپ کا مقابلہ بڑا سخت ہوتا تھا، جب مشرک فوج (حنین کے موقع پر) آپ پر چڑھ دوڑی تو آپ اپنے خچر سے اتر پڑے اور کہنے لگے:

انا النبی لاکذب ، انا ابن عبد المطلب

"میں نبی ہوں، یہ غلط بیانی نہیں، میں عبد المطلب کا پوتا ہوں"

اس دن آپ ﷺ سے زیادہ سخت مقابلہ کرنے والا اور کوئی نہ تھا۔

☆ ☆ ☆

امریکہ کی دم توڑتی معیشت!

امریکہ آئندہ بجٹ میں خسارے پر قابو پانے کے لئے اپنے عوام پر مزید ٹیکس لاگو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، امریکہ میں بینکوں سے قرضہ لینے والے ہزاروں لوگ برطرف کرکے ان سے مکانات واپس لیے گئے جس کے باعث وہ کھلے آسمان تلے سڑکوں پر زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے، یہ صورتحال صرف امریکہ میں نہیں بلکہ ان تمام ممالک میں درپیش ہے جو اس نام نہاد جنگ میں امریکہ کے اتحادی بنے، برطانیہ، ہسپانیہ، اٹالیا اور پرتگال پر اس کا بڑا اثر پڑا۔ان ممالک میں اقتصادی خسارہ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ امریکہ سے لین دین کرتے تے جب امریکہ دیوالیہ ہوا تو وہ بھی خسارے میں پڑ گئے۔

تحریر: "اتل"

یہ سچ ہے کہ جنگ میں مٹھاس نہیں ہوتی۔ جنگ میں جانبین کو کڑوی گولی نگلنی پڑتی ہے، جس میں دونوں جانب کے افراد قتل، زخمی اور قیدی ہوتے ہیں اور دونوں جانب کو اقتصادی لحاظ سے بھاری نقصان پہنچتا ہے۔ماضی میں سکندر بادشاہ جو دنیا کو فتح کرنے کے شوقین تھے، بہت سے دور دراز ممالک پر قبضہ جمانے کے حوالے سے ان کی ایک تاریخ موجود ہے،ایک حیران کن کامیابی سمیٹنے کے ساتھ مختلف ملکوں کی معیشت کو اپنے زیر کنٹرول لانے کے باوجود جب سکندر کے "رومۃ الکبریٰ" [یونان] کی معیشت کی عمارت گرگئی تو وہ اس طرح نیست ونابود ہوا کہ اس کا نام نشان تک مٹ گیا۔سکندر نے دنیا پر "رومۃ الکبریٰ" کے امپراطوری کا رعب ڈالنے اور ساری دنیا کے لوگوں کو یونان کا غلام بنانے کے لئے بڑی، بڑی جنگیں کیں اور ہر لڑائی میں بے تحاشا رقم خرچ کی مگر آخر اسی بھاری اخراجات نے بین الاقوامی سلطنت کا سورج غروب کردیا۔

گزشتہ صدیوں میں ہسپانیوں نے امریکہ کو دریافت کرکے انہیں سونے کی بڑی بڑی کانیں مل گئیں جن کو نکال کر وہ دنیا کے آقا بن گئے، یوں وہ دنیا پر چودھراہٹ قائم کرنے کا خواب دیکھنے لگے اور اس مقصد کے لئے بے تحاشا رقم خرچ کردی جس کا نتیجہ وہی نکلا کہ دنیا پر ان کی گرفت کمزور ہوگئی، ہسپانیہ کی میراث برطانیہ کو ملی جو دنیا کو فتح کرنے کی ہوس سے بڑی بڑی جنگیں لڑکر خطیر رقم ان پر لگائی جس کے باعث وہ تباہی کے دہانے پر پہنچا، فرانس بھی اسی انجام سے دوچار ہوا جب اس نے اپنے ملک کی سرحدوں کو وسیع کرنے کی غرض سے جنگوں کا آغاز کیا اور فوجی سازوسامان کی بڑی تعداد جنگ میں تباہ کرکے رکھ دیا بہت جلد وہ بھی ہسپانیہ

اور برطانیہ کی طرح زوال پزیر ہوا، پھر برطانیہ اور ہسپانیہ آپس میں لڑ پڑے جس میں جنگی اخراجات کے لئے رقم ڈھونڈنے کے عوض برطانوی تاج صہیونی تاجروں نے اپنے پاس گروی رکھ دی۔ پھر یورپ میں جو تبدیلیاں آئیں ان سب کے پیچھے صہیونیوں کے مطالبات کارفرما تھے۔ موجودہ عصر میں امریکہ ہے جب اس نے افغانستان پر لشکر کشی کی تو اس وقت وہ نہ صرف فوجی لحاظ سے مضبوط تھا بلکہ اقتصادی میدان میں بھی شہسوار تھا بارہ سال گزرنے کے ساتھ امریکی رعب اور دبدبے کی ہوا نکل رہی ہے اور جنگ کی طوالت کے باعث اقتصاد میں بھی روبہ زوال ہے، اس کی معیشت کی عمارت منہدم ہوگئی جس کے نتیجے میں امریکہ میں کئی بڑے بینک بند ہوگئے، برطانیہ کی طرح امریکہ کے اقتصاد پر بھی یہودیوں کا قبضہ ہے اس کے علاوہ امریکہ اپنے عوام کو جو سہولیات مہیا کر رہا تھا۔ پہلی دفعہ انہیں وہ ختم کردیں اب وہ متوسط طبقے کے لوگوں پر اضافی ٹیکس بوجھ ڈالنے پر غور کر رہا ہے۔

امریکہ آئندہ بجٹ میں خسارے پر قابو پانے کے لئے اپنے عوام پر مزید ٹیکس لاگو کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، امریکہ میں بینکوں سے قرضہ لینے والے ہزاروں لوگ برطرف کرکے ان سے مکانات واپس لیے گئے جس کے باعث وہ کھلے آسمان تلے سڑکوں پر زندگی گزارنے پر مجبور ہوگئے، یہ صورتحال صرف امریکہ میں نہیں بلکہ ان تمام ممالک میں درپیش ہے جو اس نام نہاد جنگ میں امریکہ کے اتحادی بنے، برطانیہ، ہسپانیہ، اٹالیا اور پرتگال پر اس کا بڑا اثر پڑا۔ ان ممالک میں اقتصادی خسارہ کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ امریکہ سے لین دین کرتے تھے جب امریکہ دیوالیہ ہوا تو وہ بھی خسارے میں پڑ گئے۔ ایک اندازے کے مطابق امریکہ نے افغانستان میں گزشتہ گیارہ سالوں کے دوران جنگ میں 600ارب ڈالر کے اخراجات لگائے، امریکی اقتصادی اداروں کے مطابق امریکہ کے لئے افغانستان سے فوجیوں کے انخلاء پر 6ارب ڈالر لاگت آئیگی، اس کے علاوہ امریکہ افغان اور عراق جنگ کی وجہ سے کئی ارب ڈالر قرضہ بھی لے چکا ہے، جنگی اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے پہلی مرتبہ امریکہ اپنے عوام سے جنگی ٹیکس لینے پر مجبور ہوا ہے جس کے لئے حکومت اور کانگریس کے درمیان مذاکرات جاری ہیں اور حکومتی اداروں کے اخراجات میں کمی پر بھی بحث ہو رہی ہے، مگر ان تمام اقدامات اٹھانے کے باوجود اقتصادی ماہرین کی نظر میں امریکی اقتصاد پر کوئی مثبت اثر نہیں پڑے گا، پینٹاگون کے مطابق اس وقت امریکہ کا افغانستان میں جنگی سازوسامان کی تعداد 75000 تک پہنچتی ہے جن کی قیمت 36ارب ڈالر بنتی ہے، ان میں 50000 فوجی گاڑیاں، ٹینک اور دیگر سامان حرب شامل ہے جبکہ 90 ہزار اسلحے وغیرہ کے لئے کنٹینرز ہیں جو سمندری بیڑیوں کے ذریعے لے جاتے ہیں۔

2011 میں امریکہ نے افغانستان کے شمال کی جانب سے 42ہزار کنٹینٹر کے ذریعے 26800ٹن بارودی مواد اور دیگر عسکری سامان لایا، اب ان کو واپس لے جانے کے لئے امریکہ کے پاس تین آپشن ہیں۔

1: امریکہ یا کسی دوسرے ملک لے جانا۔

2: افغانستان میں ناکارہ بنانا۔

3: افغانستان کے اندر کسی اڈے میں محفوظ کرنا۔

عراق سے انخلاء افغانستان سے مختلف تھا وہاں امریکہ نے چار سال پہلے اس طرح منصوبہ بنایا کہ نکلنے میں دشواری نہیں تھی مگر افغانستان کی صورتحال عراق سے مختلف ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے لئے افغانستان سے انخلاء میں شدید مشکلات درپیش ہیں، عراق سے امریکی قلیل مدت میں قصر بندرگاہ پہنچتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ عراق کے ساتھ کویت میں امریکہ کا اڈہ موجود ہے جہاں سے وہ اردن بندرگاہ پہنچتے ہیں مگر افغانستان میں یہ صورتحال یکسر تبدیل ہے یہاں امریکہ سمندر سے بہت دور ہے، جنگ میں طالبان کامیاب اور غالب ہیں وہ نہیں چاہتے کہ امریکہ آسانی کے ساتھ فوجی سازوسامان منتقل کرے۔

✳ ✳ ✳

محمد فرہاد جانباز

مردہ ہاتھی سوا لاکھ کا

عبداللہ غازی صاحب میرے سامنے رکھی کرسی پر تشریف فرما تھے ۔کافی دنوں بعد ملاقات کا سنہری موقع ملا تھا۔چھوٹتے ہی کہنے لگے:''فرہاد بھائی !امریکہ کے انخلا کا سن دیکھ کر ایک شعر بار بار نوکِ زباں پر مچل رہا ہے۔دل کرتا ہے گنگناتا ہی رہوں'' ۔میں نے کہا:'' ارشاد ہو،ہمہ تن گوش ساعت کے لیے تیار ہیں''۔تو پھر سنیے !عرض کیا ہے

جھکے گا ظلم کا پرچم یقیں آج بھی ہے
مٹے گا نقشِ ستم یقین آج بھی ہے

بھائی جان !وہ بھی کیا دن تھے ،جب افغانستان کے بے گناہ اور معصوم لوگوں پر ظلم و ستم کی تاریک شب کی چادر تان دی گئی تھی۔بارہ برس کا عرصہ کچھ کم نہیں ہوتا۔سات اکتوبر دو ہزار ایک سے گیارہ فروری دو ہزار تیرہ تک کا ایک طویل عرصہ آتش و آہن کی موسلا دھار بارش میں جلتے ہوئے گزار دینا ایک بہت بڑی قربانی ہے۔یہ کیسا الم ناک عرصہ حیات رہا ہے ،جس میں تین نسلیں بہ یک وقت فنا کے گھاٹ اتار دی گئی ہیں۔کیا بوڑھے ،کیا نوجوان اور کیا بچے !نسل کشی کا ایک طوفانِ باد و بارانِ زحمت تھا،جو تھمنے میں ہی نہیں آتا تھا۔اس کے علاوہ ایک وہ نسل تو بھی متاثر ہو رہی ہے ،جو ڈیزی کٹر بموں کی مچائی گئی تباہی سے مراحلِ جنم میں ہی بیماریاں لے کر پیدا ہو رہی ہے۔جن کے اعضاء ناقص ہوتے ہیں ۔جن کے رگ و ریشے ،امراض کی ایک پریشان کن آماجگاہ بن چکے ہیں '' غازی صاحب کے چہرے پر اپنے نبی ﷺ کے امتیوں کے غموں کے بادل تیر رہے تھے۔ان کی آنکھیں مائل بہ سرخی ہوئی جا رہی تھیں۔اور قریب تھا ان میں موجود ہلکی ہلکی نمی ،اشک بن کر ٹپک ہی جاتی۔ میں نے قطع کلامی کرتے ہوئے تسلی کے چند بول بولے :جی غازی صاحب !آپ کا فرمایا بجا ہے۔آپ کا غم بتاتا ہے ،فکرِ امنِ عالم آپ کے جگر میں پنہاں و عیاں ہے۔ایسا ہونا بھی چاہیے۔غور کیجیے گا۔ہمارے پیارے نبی محمد مصطفی ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:''تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں۔اگر کانٹا اس کے ایک حصے میں چبھ جائے تو اس کی تکلیف سے دوسرے اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں۔افغانستان ہی کیا،تمام عالم ہمارا وطن ہے۔اس لیے درہ بیرنگ کے آس پاس دونوں طرف روس و امریکہ تک میں بسنے والے ہر مسلمان کا درد،ہمارا درد ہے۔ان کا غم،ہمارا غم ہے۔ان کے لمحاتِ پریشانی ہوں یا واقعاتِ شادمانی ،ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہم دونوں میں برابر کے شریک ہیں۔

بہر حال !امریکہ کے ظلم کا پرچم بلاشبہ جھکنے کے لیے ہی بلند ہوا تھا۔باطل کبھی بھی ہمیشہ کے لیے سر بلند نہیں رہ سکتا۔اسے ایک نہ ایک دن تو دبنا ہی ہوتا ہے۔مظلوموں کی سسکیاں،یتیموں کی آہیں،اور بے کسوں کی آہ و فغاں ایک نہ ایک دن تو عرشِ معلی سے مدد لاتی ہیں۔

شہیدانِ اسلام کا لہو بے رنگ خاک کو رنگت اور خوش نمائی بخشنے کے لیے ہی ارضِ ہستی کے دامن پر گرتا ہے۔آپ دیکھیں !روس کے خلاف جہاد کے نو،دس سالہ عرصے میں قریب سولہ لاکھ افغانی و دیگر ممالکِ اسلامیہ کے مسلمانانِ اہلِ درد نے آزادی کے گلِ بے رنگ کو اپنے پاکیزہ لہو ہی کے ذریعے سرخی بخشی تھی۔نتیجۃً سرخ ریچھ کو وقت سے پہلے پہلے ہی نکل جانے میں عافیت نظر آئی تھی۔وہ پندرہ ماہ کی مہلتِ خروج سے پہلے ہی آٹھ ماہ میں انخلا کر گیا۔وہ کس دھوم دھام اور اکڑفوں کے ساتھ کہساروں کو ملیامیٹ کر کے گرم پانیوں کا رخ موڑنے آیا تھا۔ہوا کا رخ ایسا پلٹا،سویت یونین کا خطاب یافتہ ٹوٹ پھوٹ گیا۔اگر آپ تب کے وہ اخبارات اٹھائیں ،جن میں روس کے آنے اور جانے کی نمونہ عبرت کی شاہکار تصاویر چھپی تھیں تو معلوم ہو گا اللہ اپنے بے کس

وبے بس نام لیواوں کی کیسے مدد کرتا ہے! سمجھ آتا ہے حق والے بے بس اور بے کس تو ہو جاتے ہیں، مگر بے یار و مددگار ہر گز نہیں ہوتے۔ روس کے نیم مردہ فوجیوں کا بنجارا تو لادا چلا جا رہا تھا، لیکن اس کے تمام آلاتِ حرب و ضرب، توپ و تفنگ، گولے بندوقیں، ٹینک، جہاز اور طاوس و رباب کا ٹھاٹ وہیں پڑا رہ گیا تھا۔ یہ بات تاریخ کے صفحات پر رقم ہو کر رہ گئی ہے، سرخ ریچھ کی ہڈی پسلی ٹوٹنے سے قبل رشین کرنسی کی قیمتِ خرید ڈالر کے مساوی یا کچھ زیادہ تھی۔ جب نوے کی دہائی میں ٹوٹا تو اقتصادی حالت اتنی زبوں تر ہو گئی تھی کہ چار سو پچاس روبل کا ایک امریکن ڈالر دستیاب ہوا کرتا تھا۔ معاشی صورتِ حال بھی ملاحظہ فرمایئے! کساد بازاری کا گراف اس تیزی سے بلند ہو رہا تھا اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لیے ماسکو اپنے علاقے پر بولی لگوانے کے لیے نیلام منڈی میں پیش کرنے پر غور کرنے لگا تھا۔ تب کے روسی صدر گورباچوف نے جاپان کو پیش کش کی تھی اگر وہ رشین اسٹیٹ کی تباہی اور فنا کے گھاٹ اترتی معیشت کو اپنی سرمایہ کاری کے ذریعے بچالے تو روس اسے وہ چار جزیرے واپس کر دے گا، جو اس نے دوسری جنگ عظیم کے دوران فتح کیے تھے۔ روس کرہ ارض کا سب سے بڑا زرعی ملک گردانا جاتا تھا، لیکن افغانستان کے کوچے سے بڑے ہی بے آبرو ہو کر نکلنے کے بعد وہ دوسرے ممالک سے غلّہ و اجناس درآمد کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کیوں کہ ملک میں خوراک اور غذا کی قلت کا یہ سماں تھا ڈبل روٹی خریدنے کے لیے بھوک کے ستائے ہوئے لوگوں کو لمبی لمبی قطاریں بنانا پڑ رہی تھیں۔ امریکی ڈالر کا مدمقابل "روبل" اپنی حیثیت و وقعت اور مالیت و ساکھ اتنی گرا چکا تھا تب ایک پاکستانی روپے کے بدلے دو سو "روبل" عام ملتے تھے۔ اور یاد رہے اس وقت پاکستان میں ایک کلو دودھ آٹھ سے بارہ روپے میں دستیاب ہوا کرتا تھا۔ دنیا نے 15 فروری کے دن کو ایک بڑا یوم شمار کیا تھا۔

عبداللہ غازی صاحب دیر سے مجھے سن رہے تھے۔ میں نے پانی کے چند گھونٹ لینے کے لیے سلسلہ کلام منقطع کیا تو وہ پہلو بدلتے ہوئے گویا ہوئے: "فرہاد بھائی! میرا خیال ہے امریکہ کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو گا۔ یہ تیسری وہ طاقت ہے جس کو یہ زعم خویش دنیا کی اکلوتی اور بلاشرکتِ غیرے سپر پاور ہونے کا دعوی اور غرور ہے۔ لیکن غرور نے تو عزازیل کو خوار کر دیا تھا۔ امریکہ کس کھیت کی مولی ہے، جو یہ انجام بد سے محفوظ رہ پائے گا۔ بے گناہ انسانیت کو صرف اپنے گھناؤنے مفادات اور مذموم مقاصد کی خاطر تہ تیغ ظلم و ستم کرنے والا بھلا کیوں کر ذلت، رسوائی اور ٹوٹ پھوٹ کی دو دھاری تلوارِ بے نیام سے بچ سکتا ہے؟؟؟

میں نے مکمل اتفاق کرتے ہوئے بات آگے بڑھائی: جی غازی صاحب! بالکل ایسا ہی ہو گا۔ میں آپ کے سامنے چند اعداد و شمار رکھتا ہوں۔ ان سے اندازہ ہو جائے گا امریکہ کو کیسی عبرت ناک شکست و ریخت کا سامنا ہے۔ دو ہزار ایک کے ابتدائے جنگ سے دو ہزار بارہ تک کل 2127، صرف امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے، جب کہ دو ہزار تیرہ کے فروری تک کے اعداد و شمار الگ ہیں۔ اور صرف دو ہزار بارہ میں نیٹو افواج پر ہونے والے حملے 720 تھے۔ ان حملوں کے نتیجے میں مرنے والے فوجیوں کی تعداد 406 ہے۔ جب کہ زخمی ہونے والے 265 تھے۔ تباہ ہونے والی ہمہ قسم گاڑیاں 353 تھیں۔ ان بارہ برسوں میں سب سے زیادہ جانی نقصان امریکہ کو، دوسرے نمبر پر اتحادی افواج کو اور تیسرے نمبر پر برطانوی فوج کو برداشت کرنا پڑا۔ جب کہ اس کے علاوہ معروف مغربی جریدے "اکانومسٹ" کے مطابق 10 سالہ افغان جنگ میں امریکہ کے 2000 سے زائد برطانیہ کے 381، کینیڈا کے 183، فرانس کے 75، جرمنی کے 56 اور اٹلی کے 44 فوجی مارے گئے ہیں۔ اور صرف دس سالوں میں امریکہ کے 40 کھرب ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔

آپ گزشتہ برس کے دسمبر کا گوشوارہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس ماہ میں فدائی کاروائیوں سمیت دشمن پر کیے جانے حملوں کی تعداد 888 تھی جس کے نتیجے میں ہلاکت سے دوچار ہونے والے اتحادی فوجی 247 اور زخمی دائمی معذور اور اپاہج ہونے والے 145 تھے جب کہ ان کے پٹھو بن کر اپنے ہی دین و وطن کے خلاف شعوری یا غیر شعوری طور پر "کارہائے نمایاں" سرانجام دینے والے 179 افغانی فوجی اور پولیس اہل کار مردار اور 775 زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ آلات جنگ میں سے گاڑیوں سمیت 429 ٹینک تباہی اور بربادی سے دوچار ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف اوقات میں منظرِ عام پر آتی رہنے والی رپورٹس کے مطابق گیارہ سالہ جنگ میں دائمی مریض، معذور، اپاہج اور بے شمار نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہونے والے اتحادی فوجیوں کی تعداد کئی ہزاروں میں بیان کی جاتی ہے۔ یہ تو سرزمین افغانستان میں پہنچنے والے نقصان کی مختصر تفصیل تھی۔ جب کہ خود امریکی اقتصادیات اور معاشیات کو ہونے والے نقصان کے اعداد و شمار مختلف ہیں۔ اگرچہ حال میں ہی شائع شدہ ایک رپورٹ کہتی ہے: امریکہ کے ڈپٹی کامرس سیکرٹری ریبیکا بلینک کے مطابق ان کی ٹیم کی جاری کردہ

اصلاحات سے درآمدات میں کمی اور برآمدات میں زیادتی سامنے آئی ہے۔ جس سے امریکہ کا اقتصادی بحران کے بھنور میں ڈوبتا سفینہ معاش شرمندۂ ساحل ہوتا جارہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابھی تک امریکہ 160 کھرب ڈالر کے خسارے میں مبتلا ہے۔ اقتصادیات میں بھرپور مندی کے باعث کئی بڑے امریکی بینک دیوالیہ ہوئے پڑے ہیں۔ امریکہ نے جان بوجھ اس جنگ کو طول دیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے برطانیہ، جاپان، جرمنی اور روس سمیت قدیم وجدید تمام بڑی بڑی سلطنتیں صرف جنگی طوالت کے باعث ہی فنا اور معدوم ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور اسی چیز نے امریکی معیشت کی چولیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ چند ہی ماہ قبل سینڈی طوفان نے بھی "مرے کو ماریں شاہ مدار" والا کام کیا تھا۔ اب جب کہ امریکہ نے انخلا کا اعلان کر کے خروج شروع کر دیا ہے تو اس میں بھی وہ منیر کے اس شعر کے مصداق ہے، جس میں وہ بڑا ہی بے بس ہو کر کہتا ہے

ایک اور دریا کا سامنا تھا مجھے منیر
ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

افغانستان میں موجود 28 ارب سے زائد ڈالرز کا سامان ساتھ لے جانے کے لیے 5.7 بلین ڈالر کا مزید خرچہ برداشت کرنا ہوگا۔ اگر یہ سامان افغانستان میں چھوڑ دیا جائے تو امریکہ سمیت بھارت کو "دہشت گردوں" کے ہاتھ لگنے کا خوف ڈسے جا رہا ہے۔ امریکی فوج کے ڈپٹی چیف آف اسٹاف لاجسٹک لیفٹیننٹ جنرل ریمنڈ میسن کا کہنا ہے: "عراق جنگ کے خاتمے پر ہم نے تمام تر فوجی ساز وسامان آخری روز کویت منتقل کر لیا تھا، تاہم افغانستان میں سڑکوں کا نیٹ ورک بھی خراب ہے"۔

میں ابھی دو تین لمبے سانس لے کر تازہ دم ہونے لگا تھا کہ غازی صاحب نے لقمہ دیا: جی جناب میسن صاحب! جب خود ہی سڑکیں توڑیں، راستے برباد کیے اور عام وخاص شاہراہوں پر B52 سے بمباری کرائی تو سڑکوں نے تو خراب ہونا ہی تھا ویسے بھی وہ کون سا صدام حسین کی بنوائی ہوئی مضبوط سڑکیں تھیں، جو کافی بمباری کے باوجود بھی بہت حد تک قابل استعمال رہتیں ۔ خیر، بہرحال! یہ بھی غنیمت ہے "صبح کا بھولا، شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے" کے مطابق انخلا تو کیا ہے ناں۔ چلیں، دیر آید، درست آید۔ اور جان ڈنفورڈ کے بیان کے مطابق اگر 34 ہزار کے علاوہ بقیہ فوج اب بھی افغانستان میں رکھنی ہے تو اس سے میرا خیال تقویت پکڑتا ہے: امریکن ماؤں کے ان سورماؤں کی جان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ یہ ابھی تک معذور یا اپاہج نہیں ہوئے ہوں گے!؟ ویسے بھی پرواہ تو ان بچوں کی، کی جاتی ہے، جو لگے بندھے نظام شادی خانہ آبادی کے تحت پیدا ہوئے ہوں۔ ناجائز اور گرہی کا مال اپنی کوئی قیمت نہیں رکھتا"۔

میں نے کہا: غازی صاحب! یہ تو ٹھیک ہے لیکن افغانی حکومت، فوج اور دوسرے سیکورٹی اداروں کی تربیت پر رکھی جانے والی کولمبس کی روحانی اولاد سے معدنیات، قیمتی پتھر اور دیگر ذخائر کی چوری کا کام بھی تو لینا ہے۔ اگر روس نے اپنی ڈانواں ڈول معیشت کو اپنا سونا نیلام کر کے بحال کیا تھا تو امریکہ اس کام کے لیے افغان معدنیات پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے ایسا زیادہ دیر تک نہیں ہو پائے گا۔ طالبان کی واپسی کی دیر ہے، پھر سب کچھ درست ہو جائے گا۔

غازی صاحب کہنے لگے: فرہاد بھائی! اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اتنی طویل اور 600 بلین ڈالر کے خرچے سے بھی زیادہ مہنگی جنگ نے امریکہ کو معاشی طور پر بالکل ہی ناکارہ کیوں نہ کر دیا؟ پھر خود ہی جواب بھی ڈھونڈ لائے، کہا: مجھے لگتا ہے، اس کی صرف ایک اور بنیادی وجہ یہ ہو سکتی ہے امریکہ نے عالمی معیشت کو ڈالر کے ذریعے قابو کیا ہوا ہے۔ آج ہر تجارتی لین دین، چاہے وہ بین الممالک ہو یا بین البراعظمی، ہر جگہ ادائیگی ڈالر کی صورت کرنا ہوتی ہے"۔ ابھی ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنا متفقہ سکہ رائج کریں، اس سے ڈالر کی قوت اور طاقت کو بہت حد تک توڑا اور ناکارہ بنایا جاسکتا ہے۔

میں نے کہا: بالکل! یہ وجہ بہت اہم ہے۔ اگر ڈالر روس کے روبل کی طرح یوں اہمیت نہ اختیار کر گیا ہوتا تو ڈیموکریٹک کا گدھا تو ویسے ہی مریل سا ہوا پڑا ہے، یقیناً ریپبلکن کا ہاتھ بھی کب کا مرکھپ گیا ہوتا"۔

غازی صاحب کھلکھلاتے ہوئے گویا ہوئے: بھائی جان! ہشیار رہیے، بولی کسی وقت بھی لگ سکتی ہے۔ "زندہ ہاتھی لاکھ کا اور مرا ہوا سوا لاکھ کا ہوتا ہے" جس پر ایک قہقہہ بلند ہوا اور ہم کھانے کے کمرے کی طرف چل دیے۔

* * *

کچھ قلم قاتلوں اولٹیروں کی خدمت میں

تحریر: ڈاکٹر نعمان زرملوال

قوم کے دکھ کا دعوی جس طرح قوم کے ایماندار اور دیانتدار قیادت کرتی ہے اسی طرح قوم کے قاتل اور لٹیرے بھی بڑی دلیری سے کر رہے ہیں، ہمارے ملک میں قوم اور ملت کے دکھ پر بہت سارے شعبدہ بازوں، مغرب کے غلاموں اور بڑے بڑے قاتلوں نے ہمدردی کے آنسو بہائے، اور اب بھی اس طرح بے شرم لوگ موجود ہیں جو بڑی بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ یہ دعوی کر رہے ہیں ان ظالموں نے قوم کو لوٹنے میں ایک موقع بھی ضائع نہیں کیا پھر بھی قوم کے دکھ کے نعرے لگا رہے ہیں، یہ وہی عناصر ہیں جو ایک دہائی سے اقتدار میں رہ کر ملک پر مسلط اور کرپشن میں ملوث ہیں[گزشتہ سال سروے کے مطابق کرپشن میں افغان حکومت دنیا کی سطح پر پہلے نمبر پر تھی] یہ سروے بھی ان کے مغربی ہمنواؤں کی جانب سے کیا گیا تھا مگر پھر بھی وہ قوم کے دکھ کے دعویدار ہیں۔

ان جھوٹے دعویداروں میں سب سے زیادہ مجرم اہل قلم ہیں کیونکہ وہ اپنے اور دوسروں کے جھوٹ، لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت گری کو چھپاتے ہیں، سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلاتے ہیں، ظالم کو مظلوم اور قوم کے خیر خواہ ظاہر کرتے ہیں، چوروں اور لٹیروں کی مدد کرتے ہیں، قوم کے قاتلوں کی صفائی پیش کرتے ہیں اور ان کی وکالت کرتے ہیں، دوسری جانب مظلوم کی مخالفت کرتے ہیں، ملک کے سچے رہنماؤں اور پیروکاروں کو مختلف خودساختہ برے ناموں سے موسوم کرتے ہیں، ذاتی مفاد کی خاطر بڑے جرائم سے گریز نہیں کرتے، حالانکہ معاشی ضرورت دکانداری اور تجارت سے بھی پوری ہوسکتی ہے، یہ ضرورت جسم کے پسینے اور ہاتھ کی کمائی سے بھی پوری ہوسکتی ہے مگر یہ ظالم ایمان اور ضمیر کے سودا سے یہ دولت کماتے ہیں، یہ زر خرید صحافی قاتلوں اور لٹیروں کی حمایت میں سینکڑوں صفحات سیاہ کردیتے ہیں اور لکھ لکھ کر تھکتے نہیں۔

یہ تمہید ملک کے ان نوجوان لکھاریوں سے متعلق باندھی ہے جو آج کل بعض ممالک یا مغربی میڈیا میں کام کر رہے ہیں، ان میں کچھ لکھاری تو اتنے اخلاص کے ساتھ مغرب اور امریکہ کے وفادار بنے ہیں جنہوں نے اپنے رسمی کام کے علاوہ انٹرنیٹ میں اپنی ویب سائٹس، بلاگز اور گروپس بنائے ہیں اور ان کے ذریعے مغرب کی وکالت کر رہے ہیں، کچھ اوباش نوجوانوں اور مغرب کے شہروں میں ٹیکسی ڈرائیوروں اور ہوٹلوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو اپنے ساتھ ملا کر انہیں استعمال کر رہے ہیں جو پشتو میں اپنا نام نہیں لکھ سکتا، یہ نام نہاد لکھاری اور شاعر جب کسی کے ساتھ بحث ومباحثے میں ناکام رہ جاتے ہیں تو پھر وہ اپنے ان پڑھ اور بداخلاق ساتھی کو اشارہ کرتے ہیں وہ بھی آنکھیں بند کرکے منہ کھول دیتا ہے اور انگریزی حروف میں پشتو کی گالیاں دے کر بداخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، اس طرز عمل سے میدان ان کے سامنے خالی رہ جاتا ہے اور وہ اسی طریقے سے بحث کے فاتح بن جاتے ہیں کیونکہ ان آن پڑھ ڈرائیوروں کے ساتھ نہ تو بحث میں الجھنے پر کوئی فائدہ مرتب ہے اور نہ ہی ان کے لئے اپنی تحقیر اور ضمیر کا سودا منظور ہے۔

مغربی میڈیا سے منسلک ہمارے کچھ صحافی اور کالم نگار حضرات اتنے آزاد اور دلیر ہوگئے ہیں کہ اسلامی اقدار اور دینی شعائر کا مذاق اڑانا نعوذ باللہ ان کا روزمرہ مشغلہ بن گیا ہے، وہ کچھ مخصوص دینی اصلاحات سے متعلق اتنے بے باک اور دلیر ہوگئے ہیں کہ نعوذ باللہ ان کا تمسخر اور مذاق اڑانا ان کے لئے ایک معمولی سی بات ہے۔ وہ ہر عالم دین کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ جہاد کی مکمل طور پر مخالفت کرتے ہیں، وہ شہداء اور غازیوں کو مختلف خودساختہ برے ناموں سے یاد کرتے ہیں، وہ جنت اور حور کو ایک تصوراتی چیز سمجھتے ہیں، نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ میں ان سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی اسلام کا ماننے والا ہے تو تمہاری حکومت کی عدلیہ میں ہی اپنے کسی دوست مولوی صاحب سے ان موضوعات کے حوالے سے چھپ کر پوچھ لیں وہ کیا جواب دیں گے، کم از کم وہ مسلمان کی اولاد ہیں اور خود کو بھی مسلمان کہتے ہیں اس لئے وہ اپنے مذہب کے حوالے سے کچھ محتاط رہیں۔

ہماری یہ چند گزارشات بطور مشورہ قبول کریں، ان کو چاہیے کہ وہ عوام کے دکھ کے جھوٹے پروپیگنڈے سے اپنے مقدس پیشے اور قلم کی حرمت کو قاتلوں، لٹیروں اور چوروں کے دفاع میں استعمال نہ کریں وہ قلم کی حرمت اور تقدس کا احترام برقرار رکھیں۔

اپنے ہم نظر ساتھیوں اور اسلام کے داعی بھائیوں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ ان کے ساتھ بحث اور گفتگو میں اسلامی روایات کو مدنظر رکھیں، قلم کی حرمت اور تقدس کو ہمیشہ محفوظ رکھیں، منافقین، کفار اور راہ حق سے بھٹکے ہوئے لوگوں کے ساتھ پیغمبری اخلاق سے پیش آنا چاہیے، خدا کی قسم اسوہ حسنہ پر عملدرآمد جنت کی بشارت ہے اور کامیابی کی راہ ہے، اچھے اخلاق اور قلم کی حرمت کا خیال رکھنا سنجیدہ اور منجھے ہوئے لوگوں کا کام ہے، غصہ اور وقتی طور پر قہر وغضب کی وجہ سے تم اپنی منزل سے دور نہ رہو اور اس راہ میں اللہ تعالی تمہارا ناصر ہوگا۔

عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات			دشمن کے مالی اور جانی نقصانات								
گاڑیوں کی تباہی	مجاہدین کے زخمی	مجاہدین کے شہداء	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	ایجنٹوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	صلیبیوں کے زخمی	صلیبیوں کی اموات	فدائی حملے	کارروائیوں کی تعداد	صوبہ	نمبر شمار
		1	34	54	126	12	36	1	96	قندہار	-1
	7	6	65	92	203	14	30		141	ہلمند	-2
		1	10	11	48	3	7		23	غزنی	-3
		1	8	29	26		1		33	خوست	-4
			1	6	6		3		5	نورستان	-5
			6	6	32	4	30		20	میدان وردگ	-6
			9	70	80	11	16		54	کونڑ	-7
	3	1	6	13	24	2	2	1	11	پکتیکا	-8
		1	3	2	9				14	زابل	-9
		2	7	31	38	4	14	2	23	لوگر	10
			4	12	23	4	9		13	کاپیسا	11
	2	5	13	6	27				34	روزگان	12
			2	1	6				8	پکتیا	13
	1	2	5	27	41				18	فراہ	14
		1	12	3	34		5	2	9	کابل	15
	2	2	21	87	59	1	7	1	47	ننگرہار	16
			16	64	44				39	لغمان	17
	2	2	8	22	51				28	ہرات	18
			3	8	48		4		27	نیمروز	19
	1	2	5	42	37				17	بادغیس	20
			3	2	13				8	قندوز	21
				2	5				1	بغلان	22
		3	4	9	15	2	2		12	فاریاب	23
										غور	24
	1		1	7	11				8	پروان	25
				6					1	تخار	26
					1				1	سمنگان	27
	2	1	8	11	19				4	بدخشان	28
										بامیان	29
			2	10	12				10	بلخ	30
		1	2	7	12				5	جوزجان	31
		2	4		4				3	دائی کنڈی	32
				4	11				3	سرپل	33
										پنج شیر	-34
	21	34	262	644	1065	57	166	7	716	مجموعہ	

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے 1-ہلمند میں جاسوس طیارہ 2 –کابل میں ایک ہیلی کاپٹر

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

افغان عوام کو اتنا احمق نہ سمجھا جائے کہ وہ اپنے ہم قوموں سے عقیدے، تمدن، اجتماعی اور تاریخی بنیادوں پر قائم رشتے توڑ بیٹھیں گے اور ملک کی تقسیم پر راضی ہو جائیں گے۔ تقسیم کا یہ ناپاک نسخہ سوویت یونین نے بھی آزما کر دیکھ لیا تھا مگر نتیجہ بر عکس نکلا اور ان کی چال ان پر ہی الٹ دی گئی۔

ہم ان تمام لوگوں سے اچھے تعلقات کے خواہاں ہیں جو ایک خود مختار اسلامی ملک کی حیثیت سے افغانستان کا احترام کریں اور ان کا تعلق نو آبادیاتی، حاکمانہ اور استعماری لہجوں سے خالی ہو۔ میرے خیال میں یہی ہر آزاد اور مسلمان افغان کا مطالبہ اور خواہش ہے۔

بیرونی قوتوں سے مفاہمت کے متعلق میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم اسلامی اور قومی مفادات کے حصول کے لیے عسکری جد وجہد کے ساتھ سیاسی کوششیں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان سیاسی کوششوں کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لیے سیاسی دفتر کا قیام اور ایک خاص جماعت کا تعین بھی عمل میں لایا گیا ہے۔ اور یہ سیاسی دفتر ہمارے اسلامی اور جہادی مصالح کو مد نظر رکھتے ہوئے خدمات انجام دے رہا ہے۔ میں واضح طور پر کہہ دوں کہ ہمارے مذکورہ سیاسی دفتر کے علاوہ دوسروں سے مفاہمت کے لیے کوئی اور چینل نہیں ہے، اس لیے کہ نہ تو ہم خفیہ سیاست کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں سے چاہیں گے کہ وہ ہم سے خفیہ مذاکرات کا ڈول ڈالیں۔ ہماری وضع کردہ سیاسی مفاہمتی پالیسی دینی اقدار، قومی اور وطنی مفادات کو مد نظر رکھ کر بنائی جاتی ہے اور اس کا باقاعدہ کھلے عام اعلان کیا جاتا ہے۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

2nd Year April 2013

افغانستان!

دشمن کے خلاف مورچے اس زمین کی طبعی ساخت میں ڈھالے گئے ہیں۔

دعوت

الہجرة جہادی سٹوڈیو کی نئی پیشکش

اسلامی، دعوتی، جہادی اور سیاسی نشریات